بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماھنامہ

جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ اگست ۲۰۰۳ء

مُدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم ! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمد للہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ**۔

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR haqqania@hotmail.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ـــــ 38
شمارہ نمبر ـــــ 11
جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ
اگست ـــــ ۲۰۰۳ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: پاکستانی افواج کا عراق بھیجنے کا فیصلہ اخلاقی ' شرعی اور قانونی لحاظ سے ناجائز ہے .... راشد الحق سمیع حقانی ۲

پاکستانی افواج کو امریکی مدد کے لئے عراق بھیجنے کا شرعی حکم .... ادارہ ۵

امریکہ کے ہاتھوں سقوط بغداد کے مضمرات وحقائق .... مولانا نور عالم خلیل امینی ۱۱

اولیاء اور علماء کی مصاحبت کے برکات .... مولانا انوار الحق ۲۸

مولانا محمد صابر ایک عظیم شخصیت .... مولانا قاری سعید الرحمان ۳۴

شیر شاہ سوری کی خدمات .... کرنل محمد اعظم ۴۳

قرآن مجید کی آیات و رکوعات .... ڈاکٹر قاری محمد طاہر ۵۰

علم وفضل کی دنیا .... مولانا سلمان الحق ۵۵

تبصرہ کتب .... ادارہ ۵۹

Computer Operator : BASHIR HANIF

نوٹ: ادارے کا مضمون نگار حضرات کے خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 , 630340 -(0923)

ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقشِ آغاز راشد الحق سمیع حقانی

پاکستانی افواج کا عراق بھیجنے کا فیصلہ
اخلاقی، شرعی اور قانونی لحاظ سے ناجائز ہے

گزشتہ دنوں امریکی فوج کے اعلیٰ ترین عہدیدار جنرل مائر نے ہندوستان و پاکستان کا نہایت اہم دورہ کیا۔ اور اس نے ہندوستان و پاکستان کے حکمرانوں کو اس بات پر قائل کرنے کے لئے بڑا زور ڈالا کہ وہ اپنے ممالک کی افواج عراقی عوام کی مزاحمت کچلنے کے لئے فوری روانہ کریں۔ لیکن غیر مسلم ملک ہندوستان نے تو امریکہ کے اس ناجائز دباؤ اور مطالبے کو یکسر مسترد کر دیا اور جنرل مائر کو دہلی سے خالی ہاتھ واپس بھیج دیا۔ لیکن عالم اسلام کے قلعہ پاکستان کے امریکہ نواز اور میر جعفر و میر صادق کے جانشین حکمرانوں نے حسب سابق اور حسب روایت امریکہ کا یہ مطالبہ بھی در پردہ منظور کر لیا ہے اور دو بریگیڈ فوج بھیجنے کا حتمی فیصلہ بھی ہو چکا ہے اور دیگر انتظامات بھی راتوں رات مکمل ہو گئے ہیں۔ اب صرف ان پر اٹھنے والے اخراجات کے معاملے پر سودا بازی جاری ہے۔ باقی ہر قسم کے "معاملات" طے ہو چکے ہیں۔ اب جلد ہی بدقسمت پاکستانی قوم یہ نگاہ شکن منظر دیکھے گی کہ افواج پاکستان کے جانباز دستے عراق میں قابض یہود و نصاریٰ یعنی امریکی افواج کی حفاظت اور عراقی مسلمانوں کے جذبہ آزادی کو کچلنے کے لئے جہازوں میں رواں دواں ہوں گی۔

ع حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

افسوس! صد افسوس!! کہ شاندار مسلم روایات رکھنے والی مجاہد افواج پاکستان کو ایک فوجی سپہ سالار حکمران ہی کرایہ کی فوج کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے اور ان کے جذبہ ایمانی، مجاہدانہ کردار، شوقِ شہادت اور غلبہ اسلام کی آرزو کو چند ڈالروں کے عوض فروخت کرنے کا سودا کر رہا ہے۔ ع قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند

یہ مذکورہ بالا تجزیہ محض قیاس آرائی یا افواہ سازی کی بناء پر نہیں کیا گیا بلکہ یہ ٹھوس زمینی حقائق پر مبنی ہے اور جنرل مشرف کے اس شرمناک فیصلے کیلئے کسی دلیل یا حجت کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس کے ماضی کے تباہ کن فیصلے اور اقدامات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اس نے ایک بار پھر پاکستان کے ماتھے پر بدنامی کا داغ لگانے کا پکا تہیہ کر لیا ہے دوسری طرف اس احمقانہ فیصلہ کے خلاف پوری قوم نہ صرف ڈٹی ہوئی ہے بلکہ خود افواج پاکستان اور جی ایچ کیو میں بھی کافی بدمزگی اور اختلاف پایا جاتا ہے۔ جو استحکام پاکستان کے لئے ایک خطرناک علامت بھی ہے۔ دینی

جماعتوں کے مثالی اتحاد متحدہ مجلس عمل نے بھی اس حساس مسئلے کی طرف بروقت توجہ کی اور ایل ایف او کے مسئلے پر ان کی اٹکی ہوئی سوئی پاکستان کے عوام ان کے مسائل کے حل اور امت مسلمہ کی زبوں حالی کی طرف بھی پھر گئی ہے جو کہ خوش آئند امر ہے۔ متحدہ مجلس عمل کے اکابرین کی توجہ اس حساس مسئلے کی جانب مبذول کرانے کے لئے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اپنے اور پاکستانی قوم کے خیالات نہایت ہی درددل کے ساتھ ان کے سامنے پیش کئے کہ اس مسئلہ کا فوری طور پر آپ حضرات نوٹس لیں اور اس کا کوئی موثر تدارک بھی سوچیں ورنہ پوری دنیا اور بالخصوص امت مسلمہ میں اس فیصلے سے پاکستان اور افواج پاکستان کا نہایت ہی برا تاثر قائم ہوگا اور پاکستانی قوم کی رہی سہی خود داری اور پہچان بھی داؤ پر لگ جائے گی۔ چنانچہ متحدہ مجلس عمل نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی سرپرستی میں ایک نورکنی جید علماء کرام ومفتیان عظام کی کونسل بنائی۔ جو اس مسئلہ کا شرعی جائزہ لے۔ کونسل میں پاکستان کے چوٹی کے علما اور مفتی حضرات نے بھرپور شرکت کی۔ یہ اجلاس 12 اگست 2003 کو اسلام آباد میں مولانا سمیع الحق صاحب کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا اور اس میں تمام ارکان نے اپنی اپنی قیمتی آراء پر مبنی تحقیقات وتجاویز کمیٹی کے سامنے پیش کیں بعد ازاں ان تمام آراء کو یکجا کر کے ان کا ایک جامع خلاصہ تیار کیا گیا اور اس پر تمام مسالک کے علماء کرام نے اپنے دستخط ثبت کئے۔ پھر 14 اگست کو مجلس عمل کے راولپنڈی میں منعقدہ عظیم الشان جلسہ عام میں اس تاریخ ساز فتویٰ کو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے پڑھ کر سنایا۔ اس فتویٰ کی گونج نہ صرف پاکستان میں سنائی دی گئی بلکہ عالمی میڈیا اور خصوصاً عالم عرب کے نشریاتی اداروں نے تو سب سے بڑھ کر اس کو اجاگر کیا۔ اس تاریخ ساز فتویٰ سے ارباب حکومت کے ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی اور ان کے طے شدہ معاملات درہم برہم ہوتے نظر آنا شروع گئے ہیں۔ اور خصوصاً جن خاندانوں سے فوجی عراق کی بھٹی میں جھونکنے کے لئے حکومت بھیج رہی تھی ان کی آنکھیں بھی کھل گئی ہیں۔ لیکن اب بھی حکومت کے مکروہ عزائم مکمل ختم نہیں ہوئے اور وہ اب اقوام متحدہ کی منظوری کا سٹیکر لگا کر اپنے فوجیوں کو ظالم امریکیوں کی حفاظت کے لئے بھجوانے کا بندوبست کر رہے ہیں۔ پاکستانی قوم علمائے کرام اور متحدہ مجلس عمل کو حکومت کے یہ خطرناک عزائم خاک میں ملانے کے لئے بھرپور سیاسی جدوجہد بھی کرنی چاہیے۔ تب ہی ان کے آگے بند باندھا جائے گا۔ ورنہ امریکی محبت اور اس کی غلامی کے نشے میں دھت حکمران یہ شرمناک جسارت بھی کر ڈالیں گے۔ جیسا کہ ماضی میں انہوں نے طالبان اور افغانستان کے مسئلہ پر اختیار کیا۔ لیکن حالات اور واقعات نے تھوڑے ہی عرصے بعد یہ ثابت کر دیا کہ حکمرانوں نے گھاٹے کا سودا کیا تھا۔ اور وہی افغانستان جہاں پاکستان دوست حکومت قائم تھی اب وہاں پاکستان دشمن حکومت قابض ہے اور وہ ہندوستان کی مکمل گرفت میں ہے۔ اسی لئے پہلی دفعہ پاکستان کی مغربی سرحدیں مکمل طور پر غیر محفوظ ہوگئیں ہیں اور آئے دن شمالی اتحاد اور امریکی افواج پاکستان کے علاقوں میں داخل ہو کر حملہ آور ہو رہی ہیں۔ اور پاکستانی حکمران بھیگی بلی کی طرح کونے میں دبکی ہوئی ہے۔ اگر

حکمرانوں نے اس بار بھی امریکہ کا کہا مان لیا تو یہ ماضی سے بھی بڑھ کر گھاٹے کا سودا ثابت ہوگا

(۱) اس اقدام سے سارے عالم اسلام میں پاکستان کے خلاف نفرت مزید پھیل جائے گی۔

(۲) اقوام عالم میں افواج پاکستان کی حیثیت کرائے کے فوجیوں کی سی ہو جائے گی۔

(۳) عراق میں پاکستانی فوج کو ناقابل یقین حد تک جانی نقصان بھی اٹھانا پڑے گا۔

(۴) عراق اور خصوصاً عربوں کے دل میں پاکستانیوں کے لئے کوئی قدر و منزلت باقی نہیں رہے گی۔

(۵) کشمیر کے متعلق پاکستان کا یہ دیرینہ موقف بھی ختم ہو کر رہ جائے گا کہ وہاں پر ہندوستانی افواج تحریک آزادی کو کچل رہی ہے جبکہ دوسری جانب پاکستان خود عراقیوں کی جدوجہد آزادی کو کچلنے میں امریکہ کا ساتھی بن رہا ہے۔

پوری دنیا جانتی ہے کہ عراق کے مسئلے پر امریکہ نے جو غلط موقف اختیار کیا تھا وہ عراق پر قبضہ کرنے کے بعد ہر طرح سے غلط ثابت ہوا نہ وہاں پر خطرناک ہتھیار ملے اور نہ ہی ایٹمی و کیمیاوی ذخائر۔ پھر امریکہ نے اس اقدام کو عراقیوں کی آزادی کی جنگ قرار دیا تھا لیکن حقیقت میں عراق کی آزادی' خودمختاری' اقتصادیات اور اس کی تہذیب وتمدن پر امریکہ نے غلامی کی سیاہ چادر مسلط کر دی ۔

اب ہر روز وہاں پر غیرت مند عراقی امریکیوں پر تابڑتوڑ حملے کر رہے ہیں اور امریکہ کے مکروہ عزائم میں یہ چٹان کی طرح حائل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اس غیر متوقع صورتحال سے حواس باختہ ہو کر امریکہ اپنی مدد کے لئے اقوام عالم اور خصوصاً عالم اسلام و پاکستان کو شامل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن جب اسی عالم اسلام اور پوری دنیا نے عراق پر امریکی حملے رکوانے کے لئے صدائے احتجاج بلند کی تھی تو امریکہ نے نخوت وتکبر میں آ کر یہ فرعونی حکم صادر کیا تھا کہ مجھے کسی کی مدد نہیں چاہیے' میں تنہا ہی عراق کو نپٹ لوں گا تو اب عراقی دلدل میں دھنس جانے کے بعد یہ کس منہ سے عالم اسلام اور دنیا سے تعاون اور مدد کا متمنی ہے؟

ظالم امریکہ کا اب جو بھی ساتھ دے گا وہ بھی اس کے ساتھ اس گناہ اور انجام بد میں برابر کا شریک ہوگا۔ قرائن اور فلکِ پیر تو یہی بتلا رہے ہیں کہ افغانستان اور عراق کی دلدل اسے کہیں کا نہیں چھوڑے گی۔ خود امریکہ کے گھر میں بھی اندھیروں اور خوف کے اندوہناک بادلوں کا منڈلانا شروع ہو گیا ہے۔ جو کہ ابھی شروعات ہیں:

حادثہ وہ جو ابھی گردش افلاک میں ہے عکس اس کا مرے آئینہ ادارک میں ہے

ہم اس تاریخ ساز موڑ پر شرعی کونسل کے علمائے کرام و مفتیان عظام' متحدہ مجلس عمل کے اکابرین اور خصوصاً حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ' حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ' حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ' حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب مدظلہ' حضرت مولانا سیف اللہ حقانی مولانا عبدالمالک صاحب' علامہ سید حسن رضا نقوی' مولانا عبدالرزاق' مولانا مفتی مختار اللہ کو صدائے حق بلند کرنے پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

پاکستانی افواج کو امریکی مدد کے لئے عراق بھیجنے کا شرعی حکم

قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں حرام ہے۔

پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے جید علماء ومفتیان کرام کا متفقہ فتویٰ

پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے جید علماء ومفتیان کرام کی شرعی کونسل نے ۱۲ اگست ۲۰۰۳ء کو کونسل کے سربراہ مولانا سمیع الحق مہتمم واستاد حدیث دارالعلوم حقانیہ کی صدارت میں اپنے اجلاس میں طویل غور وخوض کے بعد یہ فتویٰ صادر کیا جسے مولانا سمیع الحق نے ۱۴ اگست کی شام کو دینی جماعتوں کے بڑے جلسہ عام (منعقدہ لیاقت باغ راولپنڈی) میں ہزاروں علماء ومشائخ اور مسلمانوں کی موجودگی میں پڑھ کر جاری کیا۔

استفتاء

حکومت پاکستان امریکہ کی درخواست پر پاکستانی افواج عراق بھیجنے کا ارادہ کر رہی ہے' کیا حکومت پاکستان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی افواج عراق بھیج کر امریکہ کے ساتھ تعاون کرے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

الحمدلله رب العالمين ' والصلاة والسلام على رسوله الكريم' وعلى آله واصحابه اجمعين وعلى كل من تبعهم باحسان الى يوم الدين۔

موجودہ حالات میں جب کہ عراق پر امریکہ نے سراسر ظالمانہ قبضہ کیا ہوا ہے' حکومت پاکستان یا کسی بھی مسلمان حکومت کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے کہ ان کے تعاون کے لئے وہاں اپنی فوجیں بھیجے۔ جس کی مندرجہ ذیل وجوہ

بالکل واضح ہیں:

۱۔ ...... امریکہ نے عراق پر حملہ کر کے جس طرح ظلم و بربریت کا مظاہرہ کیا ہے، اور نہ صرف اسلام بلکہ دنیا بھر کے مسلم قانونی اور اخلاقی ضابطوں کو پامال کرنے کی متکبرانہ جسارت کی ہے' اس کے کہنے پر وہاں فوجیں بھیجنا اس کے اس سراسر ظالمانہ حملہ کی تائید ہے' جس کے حرام ہونے پر دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔

۲۔ ...... امریکہ عراق پر اپنا تسلط قائم کرنے کے بعد وہاں اپنے قبضہ کو مستحکم کرنے اور اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے مختلف ملکوں سے اپنی فوجیں بھیجنے کی درخواست کر رہا ہے' شرعی نقطہ نظر سے صورتحال یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان ملک پر کوئی غیر مسلم قوم حملہ کر لے' تو ضرورت کے وقت تمام مسلمانوں پر اس کا دفاع واجب ہے اور اگر کوئی غیر مسلم قوم مسلمان ملک پر قبضہ کر لے تو تمام مسلمان حکومتوں پر واجب ہے کہ اس قبضہ کو جلد از جلد ختم کرانے کے لئے تمام ممکنہ وسائل بروئے کار لائیں۔ ظاہر ہے ایسے حالات میں قبضہ ختم کرانے کی بجائے اس ظالمانہ قبضہ کو مزید مستحکم کرانے کی کوشش سراسر حرام اور ناجائز ہے۔

۳۔ ...... امریکہ کے عراق پر فوجی طاقت مسلط کرنے کے باوجود عراق کے مسلمان امریکی قبضہ کی مسلسل مزاحمت اور مقاومت کر رہے ہیں جس کا انہیں پورا حق حاصل ہے' ایسے حالات میں عالم اسلام کا فرض ہے کہ وہ ان عراقی مسلمانوں کی مدد اور حمایت کرے۔ اس صورتحال میں اپنی فوجوں کو امریکہ کے زیر کمان دینے کا نتیجہ یقیناً یہ ہوگا کہ مسلمان فوجوں کو ان عراقی مسلمانوں کے مد مقابل لا کھڑا کیا جائے۔ یہ دعویٰ کہ افواج پاکستان کو عراق میں قیام امن کے لئے دعوت دی جا رہی ہے' خود اس بات کا اعتراف ہے کہ انہیں عراق کے ان مسلمانوں سے ٹکرایا جائے گا' جو امریکی قبضہ کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں' مسلمانوں کے مقابلہ میں غیر مسلم غاصبوں کی امداد قرآن و سنت کی صریح نصوص کے بالکل خلاف ہے، جس کے حرام ہونے میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم کا واضح ارشاد ہے۔

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاء کم من الحق (الممتحنۃ:۱)

''اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو اپنا ولی نہ بناؤ کہ ان سے دوستی کے ڈول ڈالنے لگو جبکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔''

یہ آیت جس واقعے کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے، اس میں حضرت حاطب ابن ابی بلتعہؓ نے صرف اتنا کیا تھا کہ ان کے جو اعزہ' اقرباء مکہ میں مقیم تھے ان کی مصلحت کے پیش نظر کفار مکہ کو یہ خبر بھیجنی چاہی تھی کہ ان پر حملے کی تیاریاں ہو رہی ہیں (صحیح بخاری)

اگر چہ اس واقعے سے مسلمانوں کو کوئی قابل ذکر نقصان نہیں پہنچا لیکن قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات نے

اس اقدام پر شدید گرفت فرمائی (تفسیر ابن کثیر ج:۴ ص:۳۴۵) اور آئندہ کے لئے یہ مستقل قانون بنادیا کہ غیر مسلم طاقتوں سے بے گناہ مسلمانوں کے مفاد کے خلاف تعاون اور دوستی کسی صورت جائز نہیں اسی سورۃ میں آگے اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کی مزید وضاحت اس طرح فرمائی ہے:

لاینھا کم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین . انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولیک ھم الظالمون (الممتحنۃ ۸۔۹)

''اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ جن (کافر) لوگوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ان کے ساتھ تم حسن سلوک اور انصاف کا معاملہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے روکتا ہے کہ جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملے میں لڑائیاں کیں اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالے جانے کے لئے ایک دوسرے کی مدد کی ایسے لوگوں کے تم معاون بنو اور جو ان کی معاونت کرے تو ایسے لوگ ظالم ہیں۔''

ان آیات میں پوری صراحت کے ساتھ ایسے غیر مسلموں کی ہم نوائی اور اعانت کو حرام قرار دیا گیا ہے جو مسلمانوں سے جنگ کریں اور انہیں خانماں برباد کریں۔ یا اس کام میں ان کے ساتھ تعاون کریں امریکہ نے خود بھی ہزار ہا مسلمانوں کو وحشیانہ طریقے پر بربریت کا نشانہ بنایا ہے اور ہزار ہا مسلمانوں کو خود بھی بے گھر کیا ہے اور اسرائیل کی بھرپور مدد بھی کی ہے جو سالہا سال سے ان جرائم کا مرتکب ہے لہٰذا وہ اس آیت کے مفہوم میں بلاشک وشبہ داخل ہے اور اس کی اعانت پر یہ آیت مکمل طور سے صادق آتی ہے۔ مسلمانوں کے خلاف کافروں سے دوستانہ تعاون کی حرمت متعدد آیات میں مختلف عنوانات سے بیان فرمائی گئی ہے خاص طور پر مندرجہ ذیل آیات کریمہ مسلمانوں کے لئے سرمہ بصیرت ہیں:

الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین أیبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعاً

''یہ وہ لوگ ہیں جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست ہمنوا بناتے ہیں کیا یہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ تو (یہ سمجھ لیں) کہ عزت تمام تر اللہ کے قبضے میں ہے'' (النساء۔۱۳۹)

یاایھا الذین امنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطانا مبینا (النساء۔ ۱۴۴)

''اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے خلاف ایک کھلی حجت دے دو؟''

یا ایھا الذین امنوا لاتتخذوا الیھود و النصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانه منھم ان الله لا یھدی القوم الظالمین (المائدہ ۵۱)

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں' اور تم میں سے جو کوئی انہیں دوست بنائے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا' بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

یا ایھا الذین امنو لاتتخذو الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتو الکتب من قبلکم و الکفار اولیاء و اتقوا الله ان کنتم مومنین (المائدہ ۵۷)

''اے ایمان والو! تم سے پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی ان میں سے جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنایا ان کو اور کافروں کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو''۔

۴۔ ...... مذکورہ بالا آیات اور نبی کریم ﷺ کے بہت سے ارشادات کی روشنی میں فقہاء امت نے یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ کسی مشترک دشمن کے خلاف بھی غیر مسلموں سے مدد لینا یا ان کی مدد کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے جب وہ غیر مسلم مسلمانوں کے پرچم تلے جنگ کریں اور جنگ کے نتیجے میں مسلمانوں کا حکم غالب ہو۔ امام ابوبکر جصاصؒ سورۂ نساء کی مذکورہ بالا آیات کے تحت فرماتے ہیں:

وھذا یدل علی انه غیر جائز للمؤمنین الاستنصار بالکفار علی غیرھم من الکفار اذا کانو امتی غلبوا کان حکم الکفر ھو الغالب (احکام القرآن ج:۲ ص:۳۵۲)

''اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کفار کے مقابلے میں دوسرے کفار سے ایسی حالت میں مدد لیں جب فتح کی صورت میں کفر کا حکم غالب ہو'' نیز امام محمد السیر الکبیر میں فرماتے ہیں:

لاباس بان یستعین المسلمون باھل الشرک علی اھل الشرک اذا حکم الاسلام ھو الظاھر علیھم (شرح السیر الکبیر ج:۳ص:۱۸۶)

''مسلمان اگر اہل شرک کے مقابلے میں دوسرے اہل شرک سے مدد لیں تو اس میں اس وقت کچھ حرج نہیں جب اسلام کا حکم ان پر غالب ہو۔''

دوسری طرف اگر کوئی غیر مسلم قوم کسی دوسری غیر مسلم قوم سے لڑنے کے لئے مسلمانوں کو دعوت دیں تب بھی اصل حکم یہی ہے کہ مسلمانوں کے لئے ان میں سے کسی بھی فریق کی مدد کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ اگر غیر مسلموں کی یہ دعوت قبول نہ کی گئی تو وہ خود مسلمانوں کو بھی قتل کر ڈالیں گے تب ان کی مدد کرنا جائز ہوگا۔ امام محمدؒ

فرماتے ہیں:

لاینبغی للمسلمین ان یقاتلوا اهل الشرک مع اهل الشرک...... ولو قال اهل الحرب لاسراء فیهم قاتلوا معنا عدونا من المشرکین وهم المشرکون ...... فاذا کانوا یخافون اولئک المشرکین الاخرین علی انفسهم فلاباس بان یقاتلوهم۔ ”مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ اہل شرک کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر دوسرے اہل شرک سے جنگ کریں اور اگر اہل حرب نے مسلمان قیدیوں سے کہا کہ ہمارے مشرک دشمن سے ہمارا ساتھ لڑو اور وہ خود بھی مشرک ہے...... تو اگر ان قیدیوں کی ان مشرکوں کی طرف سے اپنی جان کا خوف ہو تو ان کیلئے جائز ہوگا کہ وہ ان کے ساتھ مل کر انکے دشمن مشرکوں سے لڑیں۔“ (شرح السیر الکبیر ج:۳ ص:۲۴۱۔۲۴۲)

یہ سب کچھ اس وقت ہے جب غیر مسلموں کے ساتھ مل کر دوسرے غیر مسلموں سے جنگ کی جارہی ہو لیکن اگر غیر مسلموں کے مقابلے میں مسلمان ہوں اور پھر غیر مسلم اپنے ساتھ مل کر اپنے مد مقابل مسلمانوں سے لڑنے کی دعوت دیں تو اس دعوت کا قبول کرنا حالت اضطرار میں بھی جائز نہیں ہے۔ یعنی اگر مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر ہم نے غیر مسلموں کا یہ مطالبہ نہ مانا کہ ان کے ساتھ مل کر دوسرے مسلمانوں سے لڑا جائے تو یہ غیر مسلم خود ہمیں قتل کر ڈالیں گے تب بھی ان کا یہ مطالبہ ماننا مسلمانوں کیلئے جائز نہیں ہے خواہ اسے خود اپنی جان دینی پڑے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں:

وان قالوا لهم قاتلوا معنا المسلمین والا قتلنا کم لم یسعهم القتال مع المسلمین۔

”اور اگر وہ یہ کہیں کہ ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑو ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے تب بھی ان کے لئے مسلمانوں سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔“

امام سرخسیؒ اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لان ذلک حرام علی المسلمین بعینه فلایجوز الاقدام علیه بسبب تهدید بالقتل کما لو قال له: اقتل هذا المسلم والا قتلتک (شرح السیر ج:۳ ص:۲۴۲)

”اس لئے کہ مسلمانوں کے لئے دوسرے مسلمانوں سے جنگ حرام لعینہ ہے لہذا قتل کی دھمکی کی صورت میں بھی ایسا اقدام جائز نہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کوئی شخص کہے کہ اس شخص کو قتل کرو ورنہ میں تمہیں قتل کرتا ہوں۔ (کہ اس دھمکی کی وجہ سے دوسرے کو قتل کرنا جائز نہیں)“

خلاصہ یہ ہے کہ پاکستان کی افواج کو جن کے مقاصدِ وجود اور بنیادی اصولوں میں ”جہاد“ شامل ہے اور جن کے ملک کے دستور میں عالم اسلام کے مسلمانوں سے وفاداری کا عہد شامل ہے عراق کے ان مسلمانوں کے خلاف صف آراء کر دینا جو امریکہ کے جبر و استبداد اور اس کے ظالمانہ تسلط کے خلاف جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں

قرآن وسنت کی صریح نصوص اور امت کے اجتماعی ضمیر کے خلاف تو ہے ہی خود پاکستان کے دستور اور افواج پاکستان کے مقاصد کے بھی خلاف ہے اور اگر خدانخواستہ یہ سراسر ناجائز قدم اٹھایا گیا تو افواج پاکستان کی عزت و وقار اور ان کی نیک نامی پر ایک بدترین دھبہ لگانے کے مترادف ہوگا۔

بناء بریں سرزمین عراق پر امریکی عزائم کی تکمیل میں تعاون، امریکی مظالم کے خلاف عراقی مسلمانوں کی نفرت واحتجاج پر قابو پانے اور امریکی افواج کی قیادت یا نیابت میں عراق کے نہتے مسلمانوں سے دست وگریبان کرانے کے لئے مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی افواج کی تشکیل کرنا اسلامی شریعت کی رو سے حرام ہے۔ ہمارے جو مسلمان بھائی اس سنگین اقدام کو معمولی سمجھتے ہوئے اپنے مسلمان بھائیوں کے خون کی حرمت کا اعتقاد نہ رکھتے ہوئے (اسے جائز سمجھ کر) امریکی افواج کی قیادت یا نیابت میں مذکورہ فرائض انجام دینے کی غرض سے عراق جائیں گے ان کے دولت ایمان سے محروم ہونے کا خطرہ ہے اگر وہاں مسلمان عراقیوں کے ہاتھ کوئی ہلاک ہوگیا تو وہ اسلامی اعزاز واکرام کا مستحق نہیں رہے گا بلکہ جان بوجھ کر قتلِ مسلم کا اقدام کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب شمار ہوگا۔ بعض فقہاء نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے بھی منع کیا ہے۔

الجواب صحیح محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ
۱۲/۶/۱۴۲۴ھ

محمد تقی عثمانی

دار الافتاء

مفتی

مفتی

۱۲-۶-۱۴۲۴ھ

رئیس دار الافتاء
دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی

خادم دار الافتاء دار العلوم حقانیہ
12/8/03

12/8/2003
پرنسپل جامعۃ الحکم

الجواب صحیح
رئیس شعبہ تخصص
جامعہ مرکز علوم اسلامیہ
منصورہ لاہور

14-8-2003
عبدالرزاق

مولانا نور عالم خلیل امینی *

امریکہ کے ہاتھوں سقوط بغداد کے مضمرات وحقائق

عراق پر امریکہ کی چڑھائی کے خلاف، جس طرح پوری دنیا متحد ہو کے چیخی چلائی، احتجاج کیا، دھرنا دیا اور ہر طرح سے اپنا اعتراض درج کرایا، اس کی مثال سے دنیا کی تاریخ جدید کا دامن یکسر خالی ہے، دنیا والوں نے ہر زبان میں، ہر زبان کے ہر لہجے میں، ہر لہجے کے ہر زیر و بم میں یہ بات واضح کر دی کہ عراق کے خلاف امریکہ کی عسکری کاروائی، ہر طرح ظالمانہ، جابرانہ اور غیر قانونی ہے، لیکن امریکہ اور اس کے ذلیل دُم چھلے برطانیہ نے عالمی رائے عامہ کی متحدہ اور پرزور و پرشور مخالفت کی کوئی پروا نہ کی اور نہ صرف بیچارے عراق، بلکہ دنیا والوں کی ہر اس دلیل کو امریکہ نے پائے حقارت سے ٹھکرا دیا، جس سے بالیقین یہ ثابت ہوتا تھا کہ عراق کے پاس نام نہاد وسیع تر تباہی کے ہتھیاروں کی کوئی بھی قسم موجود نہیں اور یہ کہ اس نے ماضی میں اس قسم کے عام ہتھیاروں کو جو اس کے پاس تھوڑے یا بہت تھے، تلف کر دیئے۔ امریکہ نے عراق کی اس سلسلے کی تمام دلیلوں کو یہ کہہ کے مسترد کر دیا کہ یہ دنیا کی آنکھ میں دھول جھونکنے اور اضاعتِ وقت نیز بلا ضرورت موقع سے فائدہ اٹھانے کی پرفریب کوشش ہے، جس میں عراق اور اس کے ''کہنہ مشق'' حکمران طاق ہیں۔

اقوام متحدہ کے اسلحہ انسپکٹروں کو بھی (جن کے متعلق عربوں اور مسلمانوں کی متفقہ رائے ہے کہ یہ بھی درحقیقت اسرائیل اور امریکہ کے کارندے تھے اور ''وسیع تر تباہی'' کے اسلحہ کی عراق میں تلاشی و تفتیش کی طویل اور اکتا دینے والی یہ ڈرامہ بازی بھی درحقیقت امریکہ کی عراق پر حملہ آوری کی کامیابی کی مکمل ضمانت کی ایک تدبیر کے سوا کچھ نہ تھی) شب و روز کی تگ و تاز کے بعد، جس کے دوران انہوں نے ہر قسم کے آرام و راحت بلکہ سانس لینے تک کو اس حد تک تج دیا تھا کہ کرسمس (Christmas) کی چھٹی بھی، جو عیسائیوں کے ہاں سب سے مقدس اور عظیم ترین دن ہے، نہیں منائی، ''وسیع تر تباہی'' کا کوئی ایک ہتھیار نہ مل سکا، حالانکہ امریکہ نے اسلحہ انسپکٹروں پر بے طرح اس بات کے

* رئیس تحریر ''الداعی'' عربی - واستاذ ادب عربی دار العلوم دیوبند

لئے دباؤ ڈالا کہ وہ کوئی بھی ایسی ''دلیل'' ضرور پیدا کریں جس کی بنیاد پر اس کے لئے بہ عجلت تمام عراق پر ٹوٹ پڑنے کا وجہ جواز فراہم ہو۔

اب جب کہ سقوط بغداد پر کئی ہفتے بیت چکے ہیں' امریکہ عراق کی اینٹ سے اینٹ بجا چکا ہے' اس کی تباہی کی ان تمام شکلوں کو بروئے کار لا چکا ہے جن سے جنگی جنون کی تاریخ کی سب سے بڑے مجرم کی تشفی ہو سکتی ہو اور عراق کے بحر و بر وفضا وارض کو ہزاروں ٹنوں گولہ و بارود اور حقیقی معنی میں ''وسیع تر تباہی'' کے ہر طرح کے بموں سے اس درجہ ناکارہ بنا دیا گیا ہے کہ اب کبھی بھی کسی بھی طرح اس کی اصلاح ممکن نہیں' عراقی انسانوں پر جو قیامت بیت چکی وہ اپنی جگہ تاریخ کے ضمیر میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئی ہے' تا کہ فرعون وقت کے ظلم و جبر کی داستان پڑھ کر' سن کر' دیکھ کر اور محسوس کر کے پوری دنیا ہمیشہ اس پر ہر زبان میں لعنت بھیجتی رہے اور خلق اور اس کے خالق کی ''ناپسندیدگی کا محور'' بنا رہے۔

اب ہر آدمی کو یہ سوال پریشان کئے ہوئے ہے کہ ''وسیع تر تباہی'' کے وہ ہتھیار کہاں گئے' جن کی وجہ سے امریکہ کو عراق پر حملہ کرنے کی ایسی جلدی تھی کہ اس کو ایک ایک لمحہ شبِ فراق عاشق سے زیادہ دراز اور اکتا دینے والا گھنٹہ' بلکہ دن معلوم ہوتا تھا' صدام حسین نے پسپائی کے آخری لمحوں میں بھی انہیں کیوں استعمال نہیں کیا؟ عراقی افواج نے بڑی تعداد میں پسپائی اور سرعت کے ساتھ خود سپردگی کیوں اختیار کی' اگر وہ ہتھیار تھے تو انہیں بدکردار امریکی فوجیوں کے خلاف کام میں کیوں نہیں لایا گیا؟

ظاہر ہے یہ سوال عموماً انہیں لوگوں کے ذہن میں آتا ہے' جنہیں ہم ''عوام'' کہتے ہیں جو عموماً لکھے پڑھے نہیں ہوتے' حقیقی اسباب سے ناآشنا اور قوموں' ملکوں' لابیوں اور شر و فساد کے اصلی سوداگر امریکہ کے عسکری' سیاسی اور وسیع تر مفادات کے محرکات کی کڑیوں کو جوڑنا اور ان کی تہوں میں پہنچنا نہیں جانتے' لیکن وہ یہ ضرور جانتے ہیں کہ امریکہ کوئی ''خلافت راشدہ'' نہیں' جو دنیا میں عدالت وفضیلت کا بول بالا کرنا چاہتی ہو اور واقعی ''شر'' کے تمام محوروں' کو مٹا کر دنیا کے انسانوں کو سچی راحت سے ہمکنار کرنے کا ارادہ رکھتی ہو اور ظلم و جور کے تمام رموز کو ختم کر کے صرف امن وانصاف کا ایک ایسا جنت کدہ تعمیر کرنے کے در پے ہو' جس میں ہر انسان اپنے آپ کو آزاد محسوس کرتا ہو!! بلکہ امریکہ کا اس قسم کا دعویٰ محض پر فریب نعرہ ہے جس کے ذریعے وہ اصل مقاصد پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے' تا کہ اس کی ساحری کی وجہ سے دنیا والے خوابیدہ و غافل رہ کے اچھے اچھے اور خوب صورت سے خوب صورت سنہرے خواب دیکھتے رہیں اور وہ اپنے استعماری عزائم کو روبہ عمل لاتا رہے۔

ان عوام کو اتنا اجمالی ادراک ضرور ہے کہ امریکہ تو خود ہی پوری دنیا میں عرصہ دراز سے ظلم و جور کے تمام ریکارڈ توڑے ہوئے ہے اور دادا گیری کا اس کا موجودہ رویہ اور اس رویے پر بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ اصرار یہ

بتاتا ہے کہ وہ اپنے اس رویے میں تبدیلی کیلئے نہ صرف یہ کہ تیار نہیں بلکہ آئندہ وہ پہلے سے زیادہ قوت وطاقت اور احساس برتری اور اقتصادی، عسکری، ٹیکنالوجی اور سائنسی ترقی کے بڑھتے ہوئے احساس کے ساتھ اس پر گامزن رہنا چاہتا ہے۔

پھر وہ یکایک کیسے اتنا نیک خو بن گیا ہے کہ دنیا سے ''بدی کے تمام محوروں'' کو مٹا کے اس کو جنت نما بنا دینا چاہتا ہے، تاکہ دنیا کے انسانوں کی روز روز کی پریشانی اور لحہ لحہ کی دردسری ختم ہو اور اس نیک احساس کے نیچے وہ اس بری طرح دبا جارہا ہے کہ وہ بے چین ہے کہ کل کے بجائے آج اور شام کی بجائے صبح کو ہی ''بدی کے محوروں'' کی تباہی اور ''شر وفساد کے گھونسلوں'' کو اجاڑنے کا ''کارِخیر'' اس کے ذریعے انجام پذیر ہو جائے!

تو ان عوام کے لئے یہ عرض ہے کہ عرصہ دراز کی مکروفریب کی چال کے ذریعے پیدا کردہ موقع سے فائدہ اٹھا کر، عراق کے خلاف تباہ کن عسکری کارروائی میں زبردست عالمی مخالفت کو نظر انداز کرکے، امریکہ کی اس جلد بازی کے بہت سارے محرکات ہیں، جن میں سرفہرست (جیسا کہ عربی، اسلامی اور عالمی ذرائع ابلاغ میں بار بار کہا جاتا رہا ہے اور ہنوز کہا جارہا ہے) عالم اسلام کو ہر سطح پر کمزور کرنا، عربوں کی دولتوں پر قبضہ کرنا، اسرائیل کی سیکورٹی کو مزید مضبوط کرنا، اور اس کو اس کا موقع دینا کہ وہ نیل وفرات کے درمیان عظیم تر سلطنت کے قیام کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کر سکے۔ اس مقصد کے لئے اس کو سارے عسکری اور مختلف الاقسام مادی ومعنوی امداد دینا اور دوسری طرف عربوں کو سارے مادی ومعنوی ہتھیاروں سے تہی دست کرنا اور ان کی خود اعتمادی کو ختم کرنا، نیز سارے خلیجی تیل پیدا کنندہ ممالک کو افلاس زدہ کرنا اور ان کی تیل کی دولت پر قبضہ کرکے اس کو صلیبی وصیہونی مقاصد کے لے استعمال میں لانا ہے، اس لئے کہ پوری معاصر دنیا کی سیاست ومعاش کا اصلی دارومدار اسی اسٹریٹیجک ثروت پر ہے۔ جس کی وجہ سے خلیجی ممالک امریکہ اور مغرب کی کشمکش اور داداگیری کا محور بن چکے ہیں۔

ساری دنیا کے مبصرین کا اتفاق ہے کہ عالم اسلام وعالم عرب کی معنوی قوت کی مسماری کے ساتھ ساتھ امریکہ کا اصل مقصد نہ صرف اس علاقے میں سیاسی ومعاشی عدم استحکام اور ہلچل پیدا کرنا اور پورے خطے کے ثقافتی، تہذیبی، دینی اور روایتی ڈھانچے کو تہس نہس کرنا ہے، بلکہ تیل کے چشموں کو ہتھیانا اور عربوں کو اپنا پائیدار اور وفاکیش غلام بنانا ہے۔

اس خطے کی تیل کی دولت پر قبضہ اور اپنے استعماری مقاصد کے حصول کے لئے اس کا استعمال، امریکہ اور مغرب کا دیرینہ خواب رہا ہے، یہاں جب تیل کی دریافت ہوئی تو یہ خطہ تعلیمی، اجتماعی اور اقتصادی سطح پر بری طرح پس ماندہ تھا، اس لئے اس سے براہ راست فائدہ اٹھانے کی اس میں صلاحیت نہ تھی، چنانچہ اس کو اس حوالے سے مغربی کمپنیوں کا سہارا لینا پڑا، ان کمپنیوں کے مغربی اور امریکی مالکوں نے، روزِ اول سے تیل کے چشموں کے مالک عرب

ملکوں کے داخلی معاملات میں' براہ راست دخل اندازی کے لئے اپنی تیل کمپنیوں کو استعمال کیا' عربوں کو عرصے کے بعد اس کا احساس ہوا جب پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا۔ اس وقت تک عربوں کو یورپ والوں اور امریکیوں سے نا قابل تلافی نقصان پہنچ چکا تھا۔ اور وہ ان کے سیاسی و اجتماعی معاملات میں اپنا پنجہ گڑا چکے تھے' اور ان کی تیل کی آمدنیوں کا امریکن اور یورپین کمپنیوں کے ذریعے استحصال ایک ایسے مرحلے میں داخل ہو چکا تھا کہ کسی بھی طرح ان کی محض مزاحمت کرنی بھی ان کیلئے ممکن نہ رہی تھی۔

عربوں کو جب اس کا بے پناہ احساس ہوا کہ امریکی اور مغربی کمپنیاں اور امریکہ اور یورپ کے ممالک انہیں ہر طرح سے الو بنا رہے ہیں اور رعایتی و ظالمانہ معاہدوں کے ذریعے ان کے مفادات کو نقصان پہنچا رہے ہیں' چنانچہ نہ صرف تیل کی آمدنیوں سے وہ خاطر خواہ فائدہ اٹھا نہیں پاتے' بلکہ روز روز ان کا دباؤ بڑھتا جا رہا ہے اور ان کے آہنی ہاتھوں کا حلقہ ان کی گردنوں کے گرد تنگ سے تنگ تر ہوتا جا رہا ہے' حتیٰ کے تیل کی آمدنیوں کا انتہائی اقل قلیل ان کے ہاتھوں آ رہا ہے اور ساری آمدنیاں کمپنیوں اور ان کے ملکوں کے ہاتھ لگ رہی ہیں۔ اس احساس کی وجہ سے عربوں کو سخت مایوسی اور خوف و ہراس کی کیفیت دامن گیر ہوئی اور انہیں اس صورتِ حال کو تبدیل کرنے کی فکر لاحق ہوئی۔

عربوں کی مایوسی اور خوف کی اس کیفیت کو خود ان کمپنیوں اور ان کے مغربی اور امریکی ملکوں نے اس نظریے سے دیکھا کہ ''مشرقِ وسطیٰ میں یہ ایک طرح کے سیاسی وحفاظتی خلا کا اشارہ ہے'' چنانچہ مغربی ملکوں اور امریکہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے' اس خطے میں اپنی عسکری موجودگی کے لئے وجہ جواز پیدا کر لیا۔ اس عسکری موجودگی کی قیادت کی زمام حسب توقع امریکہ نے اپنے ہاتھ میں تھام لی۔ اسی وقت سے مغرب اور امریکہ والوں کی عربی خطے میں عسکری موجودگی نے ''ایک حقیقت'' کا روپ دھار لیا۔ اس وقت عربوں کو اور شدت سے یہ احساس ہوا کہ یہ ناپاک عسکری وجود ان کے لئے واقعی خطرے کی گھنٹی ہے' انہوں نے کسی نہ کسی شکل میں اس سے گلوخلاصی کی کوشش تو بہت بار کی' لیکن چونکہ مکار مغربی اور امریکی طاقتوں نے روز اول سے ان کی صفوں کا شیرازہ منتشر رکھنے کی کوشش کی کہ دنیا میں ہر جگہ اور ہر زمانے میں سامراجی منصوبے کا نامراد درخت اسی ناپاک کھاد کے ذریعے ہرا بھرا اور برگ و بار لاتا رہا ہے' اس لئے یہ کوشش کبھی بھی کامیاب نہ ہو سکی۔

امریکہ اور مغرب کی سامراجی اور توسیع پسندانہ سازش اور منصوبے کو طاقت کے ساتھ روبہ عمل لانے کے خطرے کا واقعی اور بھرپور احساس' عربوں کو ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں عربوں کی ہزیمت کے بعد ہوا۔ ایسا موثر شدید اور ضمیر کو جھنجھوڑنے والا احساس جو عربوں کو اس سے پہلے کبھی نہ ہوا۔ جن عرب حکمرانوں کو اس ہزیمت کی وجہ سے ان کی ضمیر کی گہرائیوں میں زخم لگا اور ان کا اسلامی احساس دور دور تک زخمی ہوا اور ان کی عربی خودداری کو نا قابل بیان ٹھیس لگی' ان میں سرفہرست عصر حاضر کے غیرت مند و سرفروش عربی و مؤمن بادشاہ یعنی حقیقی معنی میں پاسدار حرمین شاہ

فیصل بن عبدالعزیز (ش: ۱۳/۳/۱۳۹۵ھ: ۲۵/۳/۱۹۷۵ء) تھے۔ جنہوں نے عربوں کو درپیش زبردست خطرات اور چیلنجوں کا سامنا کرنے کے لئے ترقیاتی' اقتصادی اور اجتماعی پروگراموں کو روبہ عمل لانے کی خاطر' تیل پیدا کنندہ عربی ملکوں کے باہمی مشورے سے' تیل کی قیمتوں میں اضافہ کردیا۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ ۱۹۶۹ء میں عراق نے اپنے ہاں کی تیل کمپنیوں کے حصص کے قومیائے جانے کا اعلان کردیا۔ یہی طرز عمل ۱۹۷۰ء میں الجزائر نے اختیار کیا اور اس کے بعد لیبیا بھی اسی راہ پر چل پڑا۔ اس اقدام کا مغربی ملکوں اور امریکہ پر بہت دباؤ پڑا۔ ان ملکوں کو یہ عربی پالیسی جسے شاہ فیصلؒ نے وضع کی تھی بہت بری لگی' خصوصاً امریکہ اس وقت بہت چراغ پا ہوا' جب فیصل مرحوم نے ۱۹۷۳ء (۱۳۹۳ھ) کی عرب اسرائیل جنگ کے موقع سے تیل کو اسٹریٹیجک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا اور ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۳ء' (۲۲ رمضان ۱۳۹۳ھ) کو امریکہ کو تیل کی سپلائی روک دی' کیونکہ یہ اسرائیل کے ساتھ کھلے عام فوجی تعاون کررہا تھا' تیل کی اس سیاست سے دنیا میں ایک بھونچال سا آ گیا' اور عالمی پیمانے پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ امریکہ کے پاؤں تلے سے زمین کھسک گئی۔

اس وقت امریکہ کے یہودی وزیر خارجہ ہنری کیسنجر نے صاف لفظوں میں عربوں کو دھمکی دی کہ ''ریاست ہائے متحدہ کو کسی وقت خلیج کے تیل کے کنوؤں پر قبضہ کرلینے پر مجبور ہونا پڑے گا'' ظاہر ہے عربوں کے لئے امریکی وزیر خارجہ کا بے حیائی اور ڈھٹائی پر مبنی یہ بیان خاصا غصہ دلانے والا اور رگِ حمیت کو بھڑکانے والا تھا' شاہ فیصل مرحوم نے عربوں کی طرف سے اس دھمکی کے جواب میں وہ مشہور بات کہی تھی جسے تاریخ نے سنہرے حروف سے ریکارڈ کرلیا ہے' جس کا خلاصہ یہ تھا:

''اگر امریکہ نے خلیج کے تیل کے کنوؤں پر قبضہ کرنے کا اقدام کیا' تو ہم انہیں دھماکے سے اڑادیں گے اور ان میں آگ لگادیں گے۔ ہم کھجور اور اونٹوں کے دودھ پر گزر بسر کرنے والے لوگ ہیں' ہمارے اسلاف نے اسی طرح زندگی گزاری ہے' ہم انہی کی سپوت اخلاف ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو اس کا خمیازہ صرف مغرب اور امریکہ والوں کو بھگتنا ہوگا' جو تیل کے بغیر ایک دن زندہ نہیں رہ سکتے''

امریکہ نے صرف مذکورہ الفاظ کے دائرے کے دھمکی پر بس نہیں کیا' بلکہ وہ عملی طور پر تیل پیدا کنندہ ملکوں پر اپنا مکمل کنٹرول اور غلبہ مستحکم کرنے کے لئے پیہم کوشاں رہا' خلیج کے تیل کے کنوؤں کی حفاظت کے لئے اس نے ''سریع الحرکت فورس'' کے نام سے باقاعدہ عسکری نظام قائم کردیا۔ دوسری طرف اس نے عربی صحراؤں میں لڑی جانے والی کسی لمبی جنگ کے لئے اپنی افواج کو ٹریننگ دینی شروع کردی۔ اسی کے ساتھ اس نے عربوں کی صفوں میں دراڑ ڈالنے اور انھیں مسلسل آپس میں لڑانے کی کوشش کی۔ اس سلسلے کی پہلی زبردست کامیابی امریکہ کو اس وقت ملی جب اس نے اسرائیل کے ساتھ ۱۹۷۹ء میں مصر کو اپنے ہاں کے تفریحی مقام کیمپ ڈیوڈ میں سارے عربوں کو ناراض کرکے تنہا

معاہدہ کرنے پر راضی کرلیا۔ اس وقت عربوں کے لئے ان کی امیدوں کا واحد مرکز بغداد رہ گیا۔ جس نے عربی اتحاد و اشتراک سے قاہرہ کے نکل جانے کے بعد عربی دنیا میں قائدانہ رول کے لئے اپنے کو تیار کرلیا تھا' بغداد نے اس مرحلے میں' قاہرہ کو سب سے پہلے صیہونی دشمن کے ساتھ کئے گئے غدارانہ معاہدے پر خط تنسیخ پھر دینے کی اپیل کی۔ اس نے قاہرہ پر زور ڈالنے کے لئے چوٹی کانفرنس منعقد کی اور سادات نے عربی اتحاد و اتفاق کو جو پارہ پارہ کردیا تھا' دوبارہ اس کی آبرو بحال کرنے کی کوشش کی۔

عراق کی قیادت میں عربوں کا اس زور و شور سے دوبارہ متحد ہونے کا عمل امریکہ کی شدید ناراضگی کا سبب بنا اور اسرائیل نے اسکا سخت نوٹس لیا' امریکہ نے اسرائیل کو ۱۹۸۲ء میں عراق کی ایٹمی بھٹی پر بمباری کرکے تباہ کردینے کا مشورہ دیا' جسے اسرائیل نے بلاتاخیر عملی جامہ پہنا دیا' یہ مجرمانہ عمل اسرائیل نے دنیا والوں کی آنکھ کان کے سامنے کیا' عالمی برادری نے الفاظ کے ذریعے مذمت کے سوا کچھ نہیں کیا' جس سے عربوں کو یہ اطمینان ہوتا کہ دنیا والے عالمی معاملات میں عدل و انصاف پر کاربند رہنے کا ہنوز ارادہ رکھتے ہیں' عربوں کو اس سے بڑی مایوسی اور جھنجھلاہٹ ہوئی اور انہیں اس وقت اچھی طرح سمجھ میں آ گیا کہ کچھ بھی ہو امریکہ ان کا سچا دوست اور بہی خواہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ وہ کھلے طور پر اسرائیل کا طرف دار ہے' اور ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کے انہیں یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کررہا ہے کہ وہ غیر جانبدار بلکہ عربوں کا ہمنوا ہے۔

اس سرسری جائزے سے بخوبی اندازہ ہوگیا کہ امریکہ عربوں کا دوست کبھی تھا نہ ہے اور نہ ہوسکتا ہے اور یہ بھی عیاں ہوگیا کہ امریکہ عراق سے صرف اگست ۱۹۹۰ء سے ناراض نہیں جبکہ اس نے کویت پر غاصبانہ قبضہ کرلیا تھا اور بہ زور طاقت اس کو اپنا حصہ بنا لینے کی کوشش کی تھی' بلکہ عراق سے اس کی دشمنی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی عربوں سے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ عالمی برادری جس کی قیادت آج امریکہ کے ہاتھ میں ہے کبھی بھی غیر جانبداری اور انصاف پر کاربند نہیں تھی' اور عربوں سے اسکا معاملہ کبھی بھی مبنی بر انصاف اور بہی خواہی نہ تھا۔ اب کیسے یہ باور کرلیا جائے کہ آئندہ وہ عربوں کے حوالے سے سچائی اور انصاف کی پابند ہوگی۔ مشرق وسطیٰ کے حوالے سے روز اول سے عالمی برادری کے نفاق اور دوغلی پالیسی اور عربوں اور اسرائیل کے لئے الگ الگ پیمانوں کے استعمال پر اس کی مصلحت آمیز خاموشی بلکہ اندر سے حمایت' ہمیشہ سے غیرتمند عربوں اور مسلمانوں کے لئے باعث چیلنج رہی ہے۔

وہ امریکہ جو عراق کے ذریعہ کویت پر قبضہ کرلئے جانے پر ناقابل بیان حد تک "ناراض" بلکہ آگ بگولہ ہوگیا تھا اور اس کے غصے کی کمیت و کیفیت سے ساری دنیا حیران تھی اور اس نے ساری دنیا میں اس کے خلاف شورِ قیامت برپا کردیا تھا' اس کو اس اسرائیل کے خلاف کبھی اس درجہ آتش زیر پا ہوتے ہوئے نہیں دیکھا گیا جس نے بزور طاقت غاصبانہ طور پر' عربوں سے فلسطین کو چھین لیا تھا' اس نے کبھی نام نہاد سیکورٹی کونسل کو (جس کو اس نے افغانستان

اور عراق کے حوالے سے یرغمال بنالیا تھا اور اسرائیل کے حوالے سے ہمیشہ اس کا استحصال کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا) سارے یا اکثر فلسطین کی آزادی کے حوالے سے کسی ایک قرارداد پر بھی مجبور نہیں کیا' چہ جائیکہ وہ مقبوضہ فلسطین کو اسرائیل سے آزادی دلانے کے لئے ساری دنیا کو اسی طرح اکٹھا کرتا جس طرح اس نے کویت کو عراق سے آزاد کرانے' یا افغانستان پر حملہ کرنے کے لئے کیا تھا' یا تنہا اسرائیل سے لڑنے کے لئے اسی طرح لنگوٹا کس لیتا' جس طرح کہ اس نے بلا دلیل و بلا جواز ساری دنیا کی ناراضگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عراق کے خلاف اب کاروائی کی اور اس کو ہمیشہ کے لئے اس طرح تباہ کر دیا کہ بہت سے حوالوں سے اس کی کسی طرح اصلاح وتعمیر ممکن نہیں۔

اس کے برخلاف امریکہ نے' ہر طرح کے مہلک ہتھیاروں سے ہمیشہ اسرائیل کو مسلح کیا اور کرتا جا رہا ہے' نیز ہر طرح کی مادی واخلاقی مدد کرتا رہا ہے' اور کئے جا رہا ہے۔ اسرائیل کے حق میں اس نے اقوام متحدہ میں ۷۸ مرتبہ ویٹو کا استعمال کیا اور گزشتہ بیس سالوں کے عرصے میں اس نے اسرائیل کو 1.6 ٹریلین ڈالر بہ طور امداد دیئے۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ اتنی بڑی رقم اگر امریکیوں پر تقسیم کی جائے تو ہر ایک کے حصے میں 5700 ڈالر آئیں گے اور جو پانچ ممبران پر مشتمل فیملی کے لئے سالانہ (1496250) ہندوستانی روپے سالانہ کے برابر ہے' اور پانچ ہی ممبران پر مشتمل فیملی کے لئے سالانہ (106875) سعودی ریال کے مماثل ہے۔ پچھلے دنوں مشہور صحافی "ٹومس اسٹوفر" نے "کریسٹین سائنس مونیٹر" اخبار میں لکھا تھا کہ یہ رقم ویتنام کی جنگ پر آنے والے صرفے سے کہیں زیادہ ہے۔ باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ اسرائیل کو سال رواں میں امریکہ کی طرف سے بالمقطع 20.4 ارب امداد ملنے والی ہے جبکہ 720 ملین ڈالر اس کو اقتصادی اور اجتماعی مدد کے طور پر ملیں گے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ اسرائیل کو مذکورہ امدادوں کے علاوہ مصر کے ساتھ تنہا مذکورہ کیمپ ڈیوڈ والے ۱۹۷۹ء کے معاہدے کے انعام کے طور پر سالانہ 3 ارب ڈالر کی امداد مسلسل مل رہی ہے' اور فلسطینی انتفاضے کی تحریک کو کچلنے کے لئے اس کو فی الفور 4 ارب ڈالر ملے ہیں۔ امریکہ نے فلسطینی شہادت پسندوں کے حملوں سے اسرائیل کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنے خرچ پر "حفاظت کی دیوار" تعمیر کرائی ہے' نیز اسرائیل نے موجودہ انتفاضے سے پیدا شدہ اپنے معاشی جمود کے معاوضے کے طور پر امریکہ سے 8 ارب ڈالر کی امداد کی مانگ لی ہے اور ہر چند کہ امریکہ عربوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے (جو امریکہ کی طرف سے دھول کھانے کی عادی ہو چکی ہیں) مقبوضہ فلسطینی اراضی پر اسرائیل کی طرف سے کالونیوں کی تعمیر پر اعتراض کا مظاہرہ کرتا رہا ہے' لیکن ۱۹۷۲ء سے اب تک وہ اسرائیل کو فلسطینی مقبوضہ زمینوں پر' یہودیوں کو بسانے کے لئے اپنی بستیاں تعمیر کرنے کی خاطر' رہائشی اور تجارتی قرضوں کی شکل میں 10 ارب ڈالر سے زیادہ پیش کر چکا ہے' جبکہ "اور" میزائلس بنانے اور "لاوی" جنگی جہاز کی سازندی کے لئے 2.5 ارب ڈالر کی امداد بھی اسرائیل کو امریکہ سے مل چکی ہے۔

یہ تو وہ اعداد وشمار ہیں جن کی عالمی پیمانے پر تشہیر ہوتی رہی ہے' لیکن اس کے علاوہ غیر اعلانیہ اعداد وشمار بھی

گنبھیر اور لائق توجہ ہیں' صحافتی پیش روی یا صحافتی تیز گامی کا ریکارڈ رکھنے والے متعدد عالمی اخبارات نے باوثوق ذرائع کے حوالے سے کہا ہے کہ امریکہ کی یہودی امدادی انجمنیں اسرائیل کے لئے 50 سے 60 ارب ڈالر تک کی سالانہ رقم چندہ کے بطور جمع کر کے اس کو پیش کرتی ہیں۔

یہ تو ''مثبت'' امدادوں کا حال ہے' اس کا علاوہ بہت سی ''منفی'' امدادیں بھی اسرائیل کو امریکہ سے ملتی رہی ہیں' یعنی یہ کہ امریکہ اسرائیل کی خاطر لاکھوں ارب ڈالر کا خسارہ برداشت کرتا رہا ہے' چنانچہ ۱۹۷۳ء کی جنگ میں شاہ فیصلؒ کی طرف سے امریکہ کو تیل کی سپلائی کی بندش سے ہونے والے خسارے کا اندازہ مبصرین نے 420 ارب ڈالر لگایا ہے جبکہ اس جنگ کے بعد تیل کی قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے امریکہ 450 ارب ڈالر کا خسارہ برداشت کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد امریکہ نے تیل کے حوالے سے اس طرح کے بحران سے بچنے کے لئے' تیل کا ذخیرہ کرنے کے لئے' بڑے بڑے ٹینک تعمیر کرنے شروع کئے جن پر اس کو 134 ارب ڈالر خرچ کرنے پڑے۔ اس حالیہ افغانی' عراقی بحران کے دوران (جو امریکہ نے اپنی انا کی تسکین کی خاطر پیدا کیا ہے) عربی عوام کی طرف سے امریکی سامانوں کے بائیکاٹ کی وجہ سے امریکہ کو اب تک 5 ارب ڈالر کا خسارہ لاحق ہو چکا ہے جبکہ 70 ہزار ورکنگ چانس سے اس کو ہاتھ دھونا پڑا ہے' خود اندرونِ امریکی کانگرس صہیونی لابی نے امریکہ کے عسکری اور صنعتی مفادات کو جو زبردست نقصان پہنچایا ہے وہ اس کے علاوہ ہے' چنانچہ اس لابی کی وجہ سے امریکہ کو سعودی عرب کو آٹھویں دہے کے وسط میں ایف 14 طیاروں کی فروخت کا معاملہ معرض التوا میں ڈال دینا پڑا' جس کے خسارے کا اربوں ڈالر سے اندازہ لگایا گیا ہے اس کے علاوہ کانگرس کی صہیونی لابی نے امریکہ کی آئل کمپنیوں کو متعدد اسلامی ملکوں میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے سے روکنے کا قانون پاس کرنے پر مجبور کیا۔

اس بے انتہا اور مسلسل امریکی امداد اور تائید کی وجہ سے آج اسرائیل مشرق وسطیٰ کی ناقابل تسخیر طاقت بن چکا ہے' وہ فلسطینیوں اور عربوں پر قیامت' ڈھا رہا ہے' عمر' سن اور جنس کی تفریق کے بغیر انہیں شب وروز ذبح کر رہا ہے اور جس طرح ہم میں کا کوئی محض تفریح اور لذت کوشی کے لئے جنگلی پرندوں کا شکار کرتا ہے (جو اب دنیا کے اکثر ملکوں میں قانوناً ممنوع قرار دیا جا چکا ہے) اسرائیل اسی طرح یا اس سے زیادہ لذت کوشی کے جذبے سے روزانہ بلکہ شب وروز کے ہر ہر لمحے میں' فلسطینی بچوں اور نوجوانوں کا شکار کرتا رہتا ہے' انسانی نسلوں کی یہ ناپاک ترین جرائم پیشہ اور تاریخ کی سب سے زیادہ ظلم شعار یہ قوم فلسطینیوں کے ساتھ ان کی زمین پر ان کے گھر میں ان کے اپنے وطن میں ظلم و جور کا وہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے' جس کی نظیر سے تاریخ انسانی ہمیشہ نا آشنا رہی ہے۔

اگر امریکہ ''وسیع تر تباہی کے اسلحے'' کی تلاش وتباہی میں سنجیدہ اور سچائی اور حقیقت پسندی پر واقعتاً کاربند ہوتا تو اس کو یہ کام صرف اسلامی ملکوں اور صرف عراق وشام وایران ولبنان اور دیگر ان عرب ملکوں میں ہی نہیں کرنا

چاہیے تھا جن کو اب وہ افغانستان اور عراق کے بعد مسلسل دھمکیاں دینے لگا ہے' بلکہ اس کے لئے ضروری تھا اور ہے کہ وہ بشمول اپنے دیگر چار بڑی طاقتیں کہے جانے والے ملکوں کے ساتھ ساتھ دنیا کے متعدد ملکوں' خصوصا دنیا کے سب سے زیادہ بدمعاش ملک اسرائیل کے پاس موجود ڈھیر سارے ''وسیع تر تباہی'' کے ہتھیاروں کو تلاش کر کے اس کو تباہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا' اس لئے کہ دنیا والوں کو معلوم ہے کہ دنیا میں خطرناک ترین وسیع تر تباہی کے ہتھیار بہت بڑی مقدار میں یا تو امریکہ کے پاس ہیں یا اسرائیل کے پاس۔ اسرائیلی افواج کے ماتحت نکلنے والے رسالے ''معراخوت'' کے حوالے سے عالمی پیمانے کے بہت سے اخبارات نے کہا ہے کہ مذکورہ رسالے نے حال ہی میں ایک صیہونی فوجی افسر کے قلم سے شائع شدہ مضمون میں اعتراف کیا ہے کہ اسرائیل کے پاس **100** سے **400** بم خطرناک قسم کے ایٹمی ہتھیار ہیں جن کے ذریعے وہ نہ صرف عرب ممالک بلکہ دور دراز کے ملکوں کو میزائلس' میزائلس لانچرس یا جنگی طیاروں یا پن ڈبیوں پر نصب کر کے نشانہ بنا سکتا ہے' مذکورہ اسرائیلی افسر نے اپنے مذکورہ مضمون میں دھمکی دی ہے کہ اگر کسی عربی یا اسلامی ملک نے یا اسلامی تنظیم نے' اسرائیل کو ایٹمی حملے کا نشانہ بنانے کی سوچی تو اسرائیل وسیع پیمانے پر مکہ مدینہ پر ایٹمی حملے کر کے ان کو حرفِ غلط کی طرح مٹا سکتا ہے۔

عربوں اور اسرائیل کے لئے امریکہ کی دوہری پالیسی کو جو عرب اور مسلمان دیکھتے آرہے ہیں خصوصا ان کی نسل نو' وہ امریکہ کو اس سے زیادہ ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہیں جیسے ہم میں کا کوئی خنزیر یا شیطان کو اور امریکہ سے اسی طرح بچتے ہیں جیسے کوئی ایڈز کے یا کسی ناقابل علاج متعدد مرض کے مریض سے بچتا ہے۔

امریکہ اکثر اپنے طاقتور ذرائع ابلاغ کے ذریعے یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتا کہ وہ دنیا کا چپے چپے سے ڈکٹیٹرانہ نظام اور اسکے قائدین اور پاس داروں کو ختم کر دینا چاہتا ہے لیکن امریکہ کی پالیسیوں پر مسلسل نگاہ رکھنے والا ہر کوئی یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ امریکہ کبھی بھی استبداد کا دشمن نہیں رہا' بلکہ اس نے ہمیشہ ہر طرح سے اس کے شجر بد کو کھاد دینے اور ''خونِ جگر'' سے سینچنے اور اس کے لئے سازگار آب و ہوا فراہم کرنے کی کوشش کی تا کہ اس کا اپنا مفاد بروئے کار آتا رہے۔ فلپائن میں ''مارکوس'' ایران میں ''شاہ'' ارجنٹائنا میں ''بنوشہ'' نکاراگوا میں ''سا موزا'' نے اپنے عوام کے ساتھ ظلم وجور کا جو کھیل کھیلا' اس کے پیچھے صرف امریکہ کی مفاد پرستانہ کارستانی تھی۔

امریکہ نے جب کویت پر قبضے کے بعد عراق پر عالمی طاقت جمع کر کے حملہ کیا تھا' پھر اب افغانستان پر حملہ آور ہوا' تب اور اس وقت جب عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی' سارے عرب اور مسلمان انتہائی بے چینی سے اس بات کے منتظر ہیں کہ امریکہ نے ان ممالک کے ساتھ بلا جواز جو کچھ کیا ہے اسرائیل کے ساتھ اس کا سواں حصہ ضرور کرے کہ اس سلسلے میں پوری دنیا والوں کے نزدیک ہر طرح کا اس کے لئے جواز موجود ہے۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد امریکہ نے اپنے کو غیر محفوظ محسوس کرتے ہوئے پوری دنیا سے

''دہشتگردی'' کے خاتمے کی ٹھانی' جو دراصل اپنے خوف و ہراس کو ختم کرنے کی اس کی ناکام کوشش کا آغاز تھا' وہ زخمی شیر کی طرح اٹھ کھڑا ہوا اور اس صہیونی اور صلیبی لابی نے یہ باور کرایا کہ اس کو زخمی کرنے والے عرب اور مسلمان ہیں' چنانچہ اس کو صرف عرب اور مسلمان ''دہشتگرد'' نظر آئے اور صرف اسلامی ممالک ہی میں اس کو ''دہشت گردوں'' کے خلاف کارروائی کرنے کی سوجھی' چنانچہ اس نے افغانستان کو تہس نہس کر دیا' اب عراق کو برباد کر چکا اس کے بعد سریا' ایران' لبنان سے چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے' اس کے بعد مبصرین مصر و سعودی عرب اور پاکستان نیز دیگر عربی اور اسلامی ملکوں کی باری ہے' لیکن اسرائیل کی کھلی ہوئی اسٹیٹ دہشت گردی اسے نظر نہیں آتی' جو دنیا کی ہر زبان کی ہر لغت کی کتاب اور ہر قوم کی دہشت گردی کی تعریف و تشریح کے اعتبار سے ''دہشت گردی'' ہے' دنیا کے صحافی ابلاغی مبصرین اقوام عالم کے مشاہدین و مفکرین' عالمی ٹیلی ویژن کے کیمرے اور اسکرینیں اور اقوام متحدہ کی ڈھیر ساری فائلیں اسرائیل کی دہشت گردی کی شاہد عدل ہیں' علاوہ تاریخ کے اس ضمیر کے جو کسی کی طرف داری نہیں کرتا اور آج نہیں تو کل سچ کو آشکارا کر کے چھوڑتا ہے۔

مختصر یہ کہ عراق کے خلاف امریکہ کی جارحانہ و ظالمانہ کارروائی' کسی انصاف کے برپا کرنے کسی ظلم کے مٹانے' کسی ڈکٹیٹر کو ختم کرنے' کسی جہنم کے ازالے اور کسی جنت کے بنانے کے لئے نہ تھی بلکہ اس کی یہ کارروائی دیرپا منصوبہ کو بروئے کار لانے کے لئے تھی' صدام اگر خود کو سپرد کر دیتے' سارے اسلحے کو حتیٰ کہ ایک ایک روایتی بندوق کی ایک ایک گولی کو تباہ کر دیتے' فرشتوں کو کسی کرامت کے ذریعے زمین پر اتار کر ان سے اپنی گناہ گاریوں سے سچی توبہ کر لینے کی گواہی دلوا دیتے' تب بھی امریکہ عراق پر حملہ کرنے سے باز نہ آتا' کیونکہ وہ تمام ڈراموں کے تمام سین تیار کر چکا تھا' خطرہ تھا' کہ وقت گزر جائے اور اس کے ڈراموں کے اسٹیج کرنے میں تاخیر ہو جائے اور وقت کا عنصر اس کو تادیر اس سے باز رکھے اور اس کو کفِ افسوس ملنا پڑے۔

میں نے گزشتہ سطروں میں سابق امریکی وزیر خارجہ یہودی نژاد ہنری کیسنجر کی دھمکی نقل کی ہے کہ کس طرح اس نے پیٹرول کے کنوؤں پر امریکہ کے قبضے کی اعلانیہ بات کی تھی پھر امریکہ نے کس طرح تیل کے پہلے بحران کے بعد' خلیجی تیل والے ملکوں میں تیل کے کنوؤں پر اپنے کنٹرول کے لئے فوجی موجودگی کی جانب توجہ دینی شروع کر دی تھی اور صحرا میں لڑنے کے لئے اس نے اپنی افواج کو ٹریننگ دینے کا باقاعدہ آغاز کر دیا تھا۔ یہ سارا معاملہ صدام کی سیاسی پیدائش سے پہلے کا ہے اور اس سے پہلے کا ہے کہ صدام کو عراق میں کوئی قابل ذکر حیثیت ہوتی اور وہ کویت کو عراق میں ضم کر لینے کی سوچتے' اس وقت امریکہ ''وسیع تر تباہی کے ہتھیار'' کا قصہ چھیڑنے کی پوزیشن میں بھی نہ تھا۔

اسی لئے مبصرین کا اتفاق ہے کہ عراق اور خلیج کے ملکوں کے خلاف امریکہ کی کارروائی کے دو مرکزی مقاصد ہیں اور دونوں مقاصد بہت سارے مقاصد کی بنیاد ہیں۔

۱۔ صلیبی اور صہیونی طاقتوں کو ہر خطرے سے حفاظت کا بندوبست' اس کے لئے ضروری تھا اور ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی کمر اچھی طرح توڑ دی جائے جس کا کارگر طریقہ وسیع تر تہذیبی و مذہبی کشمکش کا کھیل کھیلنا ہے۔

لندن سے شائع ہونے والے ''رسالہ الاخوان'' نے اپنے تازہ شمارے (۳۲۰) میں لکھا ہے کہ امریکہ کے وزیر خارجہ کولن پاویل نے صہیونی مملکت حامی ''امریکی صہیونی کمیٹی برائے عوامی معاملات'' کی میٹنگ میں چند روز پہلے کہا ہے کہ عراق کے خلاف امریکہ کی حالیہ جنگ اسرائیل اور مشرق وسطیٰ کو ہمیشہ کے لئے عراقی خطرے سے چھٹکارا دلا دے گی۔ آپ لوگوں کو ہمارے حوالے سے کسی غلط فہمی کا شکار نہیں رہنا چاہیے۔ آپ یقین کیجئے کہ ہم صدام کو نہتا کر کے رہیں گے' ہم اسرائیل اور مشرق وسطیٰ سے کسی بھی خطرے کو ہمیشہ کے لئے ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ کولن پاؤل نے اس موقع سے ایران اور سیریا کو بھی دھمکی دی کہ وہ بقول اس کے دہشت گردی کی حمایت بند کرے اور وسیع تر تباہی کے ہتھیار کی تخلیق سے باز آجائے اور ان ''دہشت گرد'' تنظیموں کی حمایت سے یکسر ہاتھ کھینچ لے جو اسرائیل کے وجود کو مٹانے کے درپے ہیں' کولن پاویل نے ان دونوں ملکوں کے حوالے سے یہ بات محض اس لئے کہی کہ اس کو معلوم ہے کہ اسرائیل کے خلاف جلد یا بدیر یہی دونوں ممالک کچھ نہ کچھ کر سکتے ہیں۔ اسی لئے تمام صہیونیوں کو عراق کے خلاف جنگ سے حد درجہ خوشی ہے کہ یہ جنگ دیکھنے کو امریکی ہے' لیکن اس کے نتائج کا زیادہ فائدہ صہیونیوں کو پہنچنے والا ہے۔

۲۔ عربوں کی تیل کی دولت پر قبضہ' یعنی اس کے پروڈکشن (پیداوار) اس کی پرائزینگ (قیمت کی تعیین) اور اس کی مارکیٹنگ پر کنٹرول اور عربوں کی ہر قسم کی دولت کو چوس لینا کی پائیدار کوشش۔ حال ہی میں ''بیو'' سنیٹر برائے تحقیقات نے اپنے عالمی جائزے میں' جو اس نے عراق کے خلاف امریکہ کی جنگ سے ذرا پہلے لیا تھا اور جو نیویارک ٹائمز نے شائع کیا ہے' کہا ہے کہ یورپ کی غالب اکثریت کا خیال تھا کہ امریکہ ہر حال میں عراق کے تیل پر قبضے کے لئے عراق پر حملہ ضرور کرے گا۔ یہ جائزہ دنیا کے 44 ملکوں کے 38 ہزار افراد سے لیا گیا' جس میں 76% روسیوں' 75% فرانسیسیوں' 44% برطانویوں' 54% جرمن' 22% امریکیوں نے حصہ لیا۔

جیسا کہ معلوم ہے کہ عراق میں دنیا کے تیل کا ذخیرہ سعودی عرب کے بعد دوسرے نمبر ہے لہٰذا تیل امریکہ کی عراق کے خلاف جنگی کارروائیوں کا غیر اعلانیہ بظاہر سب سے بڑا مقصد ہے' اسی کے ساتھ اس کا غیر اعلانیہ مرکزی اور اصلی مقصد عراقی اور عربی قوم کے دین' کلچر' اقدار' تہذیبی شناخت کو مٹا کر امریکن یورپین کلچر اور تہذیب کے رنگ میں اس کو رنگ دینا ہے' جس کیلئے اب وہ عراق میں اور پورے خطے میں ثقافتی اور سیاسی وسیع تر انقلاب کیلئے کوشاں ہے۔

یہ بڑی سادگی بلکہ بیوقوفی کی بات ہوگی کہ امریکہ عراق ہی کی تباہی پر بس کرے گا اور عراق کی تباہی کے اثرات عراق ہی تک محدود رہیں گے' اس کے اثرات خطے کے دوسرے ممالک تک متعدی نہ ہوں گے اور امریکہ صرف

عراق کے تیل اور اس کی دولت کے لوٹنے میں مشغول رہے گا' دوسری طرف نظریں اٹھا کر نہیں دیکھے گا' حقیقت یہ ہے کہ امریکہ عراق کو تباہ کر کے کہنا چاہیے کہ خطے کے سارے ملکوں کی تباہی کی راہ ہموار کر چکا ہے اس نے جو ہزاروں عراقیوں کو قتل کیا' اپاہج بنا ڈالا اور لاتعداد بچوں کو یتیم بنا دیا اور انگنت عورتوں کو بے یار و مددگار کر کے رکھ دیا' وہ اس کے علاوہ ہیں۔ ۱۹۹۱ء کی جنگ خلیج اول کا ریکارڈ بتاتا ہے جس میں اس سے کہیں کم گولے بارود استعمال کئے گئے اور چند روز ہی جاری رہی کہ اس کے وسیع تر مہلک اثرات سے یہ خطہ اب تک دوچار ہے' مذکورہ جنگ کے نتیجے میں جنگ کے بعد امریکی برطانوی اور کناڈائی فوجی اپنے اپنے ملکوں کو واپسی کے بعد بیس ہزار سے زیادہ تعداد میں مر گئے اور ہزاروں عراقیوں کے قتل کے علاوہ ہر چار عراقی بچوں میں سے ایک بچے کو کینسر کا مرض لاحق ہو گیا' کیونکہ اس خطے میں وسیع پیمانے پر یورونیم کے اثرات پھیل گئے تھے۔

مبصرین کا اندازہ ہے کہ حالیہ جنگ کے اثرات سابقہ جنگ سے کہیں زیادہ تباہ کن ثابت ہوں گے کہ اس میں جتنے خطرناک بم گرائے گئے' جتنے تباہ کن ہتھیار استعمال کئے گئے اور جتنے دنوں تک یہ جاری رہی گزشتہ جنگ اس حوالے سے پاسنگ برابر بھی نہ تھی۔ اس کے مہلک اثرات سارے پڑوسی ملکوں کو دیر یا سویر اپنی لپیٹ میں لے لیں گے اور یہ کہ اس کے نتائج بد سے امریکی اور برطانوی افواج بھی محفوظ نہ رہیں گی' اور اپنے کئے کی جزا دیر یا بہ جلد انہیں مل کر رہے گی۔

بڑائی و برتری کے جنون کا شکار امریکہ جو عالمی مسائل خصوصاً اسلامی و عربی مسائل کے حوالے سے غلبہ د اقتدار و غرور بے جا اور سخت ترین فیصلوں پر عمل پیرا رہنے کا عادی بن چکا ہے' خطے کے ممالک پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کئے گئے' اپنے فیصلے سے باز آنے والا نہیں تھا۔ اب جب کہ وہ اپنے فیصلے کو زیر پا کرنے کی راہ پر چل پڑا ہے تو اب عراقیوں کو فی الفور آئندہ مرحلے میں بہ جلد دیگر عربوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ امریکہ انہیں جو درس دینے جا رہا ہے' وہ بہت تلخ' انتہائی زہریلا اور خطرناک ہے وہ کہہ چکا ہے کہ خطے کے ملکوں کو ہمارے طریقہ کار کے مضمرات کو بھانپ کر ان کا تقاضا پورا کرنے کے لئے جلد کام کرنا شروع کر دینا چاہیے' یعنی وہ اپنے طرز زندگی' اپنی اخلاقیات' دینی قدروں' اپنے ثقافتی ورثوں' اپنے نظام سیاست و حکمرانی' اپنے انتظامی ڈھانچوں' اپنی انجمنوں اور خیراتی اداروں کے معمولات اور اپنی تعلیم گاہوں کے روایتی اندازِ کار کو بجلد بدلنے کے لئے عملی خاکہ اس طرح ترتیب دینے لگیں' جس سے ان کی اصلی روح فنا ہو کر ہمارے امریکی' برطانوی' یورپی' صہیونی' صلیبی اور صنم پرستانہ ولادینی رنگ میں تحلیل ہو جائے اور ہمارے وسیع تر عزائم کی تکمیل کی راہ ہموار اور مختصر ہو۔

چنانچہ امریکہ جہاں ایک طرف اس عربی اسلامی خطے میں عسکری کاروائی کر رہا ہے اور دیگر ملکوں میں کرنے جا رہا ہے' وہیں وہ اس خطے کی حکومتوں پر زبردست دباؤ ڈال رہا ہے' کہ وہ یونیورسٹیوں' مدارس اور عام تعلیم گاہوں میں

دینی تعلیم کے گھنٹے کم اور مختصر کردیں، مذہبی تعلیم کی تاثیر پر روک لگائیں، مخلوط تعلیم کی حوصلہ افزائی کریں، اپنے ہاں مغربی تہذیب وتمدن وثقافت کو روشناس کرائیں اور نصاب ہائے تعلیم کو اس طرح ڈھالیں کہ نسل نو کے دل ودماغ میں اس کی محبت جاگزیں ہو اور اس کی عقل وخرد اسلام کے تئیں وفاداری وجاں سپاری کے جذبے سے بڑی حد تک عاری ہو، تاکہ ''دہشت گردی'' کے ''وائرس'' کو ختم کیا جاسکے اور ''اعتدال پسند، متوازن، ٹھنڈے دل ودماغ اور سنجیدہ افکار وخیالات کے حامل'' مسلمانوں کی تعمیر کا عمل پایہ تکمیل کو پہنچے۔ یہ کوئی راز کی بات نہیں ہے کہ افغانستان میں جیسے ہی طالبان کی حکومت کا سقوط ہوا، امریکہ نے ''خشک روٹی کے ٹکڑوں'' اور زخمیوں، مجبوروں اور معذوروں کے لئے اکسپائرڈ ڈیٹ والی دواؤں کی فراہمی سے قبل، کابل کے بازاروں، اس کی دکانوں، اس کے گلی کوچوں کو (جو مغربی تہذیب وتمدن کی فسادکاریوں سے ناآشنائے محض تھے) فحش فلمی گانوں، ٹیپوں، ویڈیو کیسٹوں اور شہوت رانی وبے حیائی پر اکسانے والی مغربی رقاصاؤں سے ۲۴ گھنٹے کے اندر بھر دیئے گئے تھے۔ پوری دنیا والوں کو اس پر تعجب ہوا تھا کہ یا اللہ یہ سب کچھ لٹے پٹے افغانستان میں، جہاں لوگ زندگی بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں، راتوں رات کہاں سے آگیا، کیا زمین پھٹ پڑی یا آسمان ٹوٹ پڑا اور یہ ساری چیزیں یکا یک آموجود ہوئیں۔ ظاہر ہے افغانیوں کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا؟ ایک مذہب پرست، دین پسند اور روایت شناس معاشرے کو نیست ونابود کرنے کی کوشش تھی کہ طالبان نے دین ومذہب پر جو محنت کی ہے اس کو ۲۴ گھنٹے کے اندر ختم کردیا جائے۔ بھلا بتایئے اس کا نام نہاد جمہوریت اور اعتدال وتوازن سے کیا تعلق ہے، یہ کسی قوم اور ملت کے ساتھ کون سی بہی خواہی ہے، یہ ''دہشت گردی'' کو ختم کرنے کا کون سا طریقہ ہے؟!۔

عراق پر چڑھائی کی تیاری جو کئی ماہ سے جاری تھی کے دوران عالمی ذرائع ابلاغ نے انکشاف کیا کہ امریکی کانگرس کے ممبران کی ایک جماعت نے کانگرس کے سامنے کلچرل برج (Cultural Bridge) (ثقافتی پل) کے عنوان سے ایک منصوبہ پیش کیا ہے، جس کا مقصد یہ ہوگا کہ حوصلہ افزاء تعلیمی وظائف کے ذریعے سکنڈری تعلیم کے مراحل کے عرب اور مسلمان بچوں کو امریکہ آنے کی دعوت دی جائے اور ثقافتی تبادلے کے بہانے ان کے دل ودماغ کی مغربی امریکی تہذیب کی آب وہوا کے ذریعے ایسی دھلائی کردی جایا کرے کہ وہ رنگ ونسل سے تو عرب ہوں، لیکن سوچ وفکر اور قلب ودماغ سے امریکی اور مغربی ہوں۔ اس طرح مستقبل کے مرحلے کے لئے مطلوبہ قائدین وحکمران پیدا کئے جاسکیں گے، جو اپنے اپنے ملکوں کی زمام ہائے اقتدار سنبھال کر وہاں کے لوگوں کے افکار وخیالات کو امریکی مغربی تہذیب کے مطابق ڈھال سکیں گے جو اپنے دین وعقیدہ اور اخلاق واقدار کے حوالے سے نہ صرف یہ کہ کوتاہ عمل بن جائیں گے، بلکہ اس حوالے سے باغی ثابت ہوں گے، کیونکہ امریکہ کے نزدیک سچ مچ دین پسند مسلمان ہی تو حقیقی ''دہشت گرد'' ہوتے ہیں کہ وہ تنگ نظر، تنگ ذہن اور دوسری ثقافتوں اور تہذیبوں کے تعلق سے تنگ دل ہوتے ہیں، ان

دوسری ثقافتوں اور تہذیبوں میں امریکی مغربی تہذیب وثقافت بھی ہے' جو ایک ''مستقیم انسان'' کو جنم دینے کی بھرپور صلاحیت کی مالک ہے' جو اپنے اور دوسروں کے ساتھ ''تہذیبی لین دین'' کا اہل ہوتا ہے۔

اسی نقطہ نظر کو برپا کرنے کے لئے' امریکہ عربی اور اسلامی دنیا کے نظام ہائے سیاست وحکومت کو درہم برہم کرنے کے درپے ہے' اس سلسلے میں وہ بھڑک دار اور پرفریب نعروں کا سہارا لے رہا ہے اور نت نئے عناوین واصطلاحات گڑھ رہا ہے' ''جمہوری اصلاح'' ''استبداد کا خاتمہ'' ''جارحیت پسند نظام ہائے سیاست سے عوام کی آزادی'' ''آزاد نظام ہائے سیاست کی بنیاد گزاری جس میں عوام آزادی سے اپنا رول ادا کرسکیں'' وغیرہ' نیز اس کے لئے طرح طرح کے منافقانہ منصوبے سامنے لا رہا ہے: ریاست ہائے متحدہ اور مشرق وسطیٰ کے مابین شراکت کا منصوبہ' جسے جنگ سے دو ایک ماہ قبل امریکہ نے اپنے وزیر خارجہ کی زبان سے روشناس کرایا تھا اور اب مشرق وسطیٰ کے حوالے سے جنگ کے دوران پیش کردہ ''نقشہ راہ'' روڈ میپ (Road Map) خریطہ الطریق' جس کو امریکہ بار بار دہرا رہا ہے۔

یہ سب کچھ درحقیقت ایک شکاری کا جال ہے' امریکہ کو اس طرح کا جال بننے اور اس کو نصب کرنے کی جو ''خداداد' صلاحیت ہے' اس پر اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے' وہ کم ہے۔ حالانکہ اگر وہ اپنے دعوے میں سچا ہوتا اور حقیقت پسندی اس کو چھو کے بھی لگی ہوتی اور حیات کا ایک ذرہ بھی اگر اس کے پاس ہوتا تو وہ پوری دنیا کے تھوتھو کرکے کے باوجود دوہرے پیمانے سے اس طرح کام نہ لیتا' جس طرح لیتا رہا ہے ایک پیمانہ عربوں اور مسلمانوں کے لئے اور دوسرا اسرائیل کے لئے۔ اگر حقیقت پسندی کا کوئی ذرہ اس کے قول وعمل کا حصہ ہوتا تو وہ اس عراق کے گرد خلیج کے خطے میں اور اسکے آس پاس دور دور تک بحری بیڑوں' طیارہ بردار جہازوں اور سامان حرب وضرب کی وہ مقدار اکٹھی نہ کرتا' جس کے ذریعے اس نے ہزاروں انسانوں کو خاک وخون میں تڑپا دیا۔ اس عراق کے گرد جس نے اسی کے اصرار پر اسلحہ انسپکٹروں کے لئے اپنے سارے گلی کوچوں اور بحر وبر کو وا کردیا تھا' اور اسلحہ انسپکٹروں اور ساری دنیا کے انصاف پسندوں کے اعتراف کی روشنی میں وہ مکمل طور پر تعاون کررہا تھا' حتیٰ کہ اسلحہ کے یہ انسپکٹر عراق اور بغداد کے ہر پلانٹ' ہر عمارت' ہر کارخانے' ہر محل' ہر سڑک' ہر گلی' ہر کھلی چھپی جگہ' بلکہ ہر اسکول' مدرسے اور کالج ویونیورسٹی میں جاسکتے تھے اور جارہے تھے' وہ یکا یک کہیں بھی جادھمکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ عراق ذلت اور غلامی اور حد درجہ رسوائی کی حد تک اسلحہ انسپکٹروں کی کاروائیوں پر رضامند ہوگیا تھا۔ جب کہ تمام قرائن ودلائل کی روشنی میں اقوام متحدہ درحقیقت امریکہ کے گھر کی باندی یا اس کا وفا کیش غلام یا اس کا ایک انتظامی ادارہ ہے' جو اسی کے چشم وابرو کے اشارے پر چلتا رہا ہے اور خدا کی قدرت کہ غالباً اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اس نے ذرا سی اکڑ دکھائی' اور عراق پر حملہ کرنے کی قرارداد منظور نہ کی' تو اس نے انگوٹھا دکھا دیا اور اس کی منظوری کے بغیر اور اقوام عالم کی ناراضگی کے باوجود عراق پر چڑھ دوڑا اور اس کو روند کے رکھ دیا۔

عراق نے اسلحہ انسپکٹروں کے حوالے سے اقوام متحدہ کی طرف سے عائد کردہ شرائط کو منظور کر کے حقیقتاً جس ذلت وخواری کو گوارا کر لیا تھا' وہ درحقیقت سارے عالم اسلام و عالم عرب کی ذلت وخواری کی عکاسی تھی' اگر عربی و اسلامی ممالک' انتشار' کمزوری' نہتے پن' بے سمتی' اور حدیث کے الفاظ میں ''وہن'' کی اس منزل میں نہ ہوتے جس میں وہ ہیں تو امریکہ عراق' اس سے قبل افغانستان (اور اس کے بعد جن ملکوں کی باری ہے یا جس کی طرف وہ نشانہ سادھنے کی سوچ رہا ہے) حملہ کرنے کی کبھی بھی ہمت نہ کرتا۔

اقوام متحدہ کی آڑ میں امریکہ' اسلحہ انسپکٹروں کو مسلط کر کے اور اس سے قبل بارہ برس تک مسلسل رسوا کن اقتصادی وتجارتی پابندی عائد کر کے' عراق پر جس ذلت وخودسپردگی کی کیفیت کو طاری کر چکا تھا' حقیقت یہ ہے کہ کوئی خوددار اور خودمختار طاقتور ملک جو اینٹ کا جواب پتھر سے نہ سہی کم از کم اینٹ ہی سے دے سکے' ہرگز اس کو گوارا نہیں کر سکتا تھا' مبصرین کا خیال ہے کہ محض اسلحہ انسپکٹروں والی عاید کردہ پابندیاں اور شرائط بھی عراق کی آزادی اور خودمختاری کا گلا گھونٹ چکی تھیں' اور عملی طور پر وہ اسی وقت (نہ کہ صرف لڑائی اور سقوط کے بعد) امریکہ کا غلام بن چکا تھا' کیونکہ قرارداد نمبر (1441) جس کے ذریعے یہ شرائط عائد کی گئی تھیں' دنیا کے تمام اقوام متحدہ میں رکنیت رکھنے والے ملکوں نے امریکہ کے دھونس میں آ کر ہی اس پر صاد کیا تھا۔ اس قرارداد پر رضامندی کا مطلب صاف تھا کہ عراق اپنی زمین کو غیروں کے لئے مباح قرار دے چکا ہے اور اپنی آزادی وخودمختاری کا سودا کرنے پر بادل ناخواستہ سہی تیار ہو چکا ہے۔ اب خواہ اس کی آزادی پر ڈاکہ بذریعہ جنگ ڈالا جائے یا بذریعہ صلح وامن' اس سے کوئی فرق پڑنے والا نہ تھا' بذریعہ جنگ اپنی آزادی وخودمختاری کو پامال کروانا' گویا دوسروں کے ذریعے اپنے آپ کو ذبح کروانا ہے۔ الغرض قرارداد نمبر (1441) کو عراق کے قبول کر لینے کا مطلب ہی یہ تھا کہ فی الواقع عراقی قیادت' زمام اقتدار اپنے ہاتھ سے امریکہ کو منتقل کر چکی ہے۔ اس قرارداد نے درحقیقت عراق کا مکمل اقتدار' عراقی قیادت سے چھین کر اسلحہ انسپکٹر کمیٹی اور ایٹمی توانائی ایجنسی کی کمیٹی کو دے دیا تھا' ''آخری موقع'' عنوان کی حامل 1441 قرارداد جو 8/11/2003 (۳/۹/۱۴۲۳ھ) کو جاری ہوئی تھی کی پانچویں دفعہ کی رو سے سیکورٹی کونسل نے مذکورہ دونوں کمیٹیوں کو' عراق کے سارے علاقوں' پلانٹوں' عمارتوں' کارخانوں' اور ریکارڈوں کی بلا کسی روک ٹوک اور اعتراض اور شرط کے' تفتیش کی آزادی کی ضمانت دے دی تھی۔ کمیٹیوں کے ارکان کو یہ آزادی حاصل تھی کہ وہ کسی بھی عراقی افسر سے' جہاں اور جب چاہیں' عراق کے اندر یا باہر' خلوت یا جلوت میں مل سکتے اور ان سے انٹرویو لے سکتے ہیں' نیز وہ کسی بھی شخص کو جب چاہیں ملک سے باہر لے جا سکتے ہیں' خواہ تنہا یا اس کی پوری فیملی کے ساتھ لیکن عراق حکومت کو اس کے ساتھ اپنا کوئی نمائندہ بھیجنے کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ دونوں کمیٹیوں کے ارکان نے مطلق العنان شہنشاہوں کی طرح یہ سب کچھ کرنا شروع بھی کر دیا تھا۔

اس کے علاوہ مذکورہ قرارداد کی رو سے دونوں کمیٹیوں کے ارکان کو عراق کے اندر سرگرم کار رہنے کے لئے جو نو اختیارات ملے تھے، اسلحہ انسپکٹروں یا عراق کے بقول ''امریکہ کے جاسوسوں اور یہودیوں کے کارندوں'' کو یہ سارے اختیارات اس لئے دیئے گئے تھے تاکہ عراق کے خلاف امریکہ کی جنگ کے لئے اچھی طرح زمین ہموار کرسکیں اور چپے چپے کی واقعی معلومات حاصل کرکے امریکہ کو بتادیں، عسکری کاروائی میں کسی دشواری کا سامنا نہ ہو، مذکورہ نو اختیارات درج ذیل تھے۔

۱۔ اسلحہ انسپکٹر کمیٹی کو اپنی ٹیم کے افراد کے انتخاب کی مکمل آزادی ہوگی۔ وہ اپنی پسند سے انتہائی باصلاحیت لوگوں کا انتخاب کرے گی۔ ان کی نیشنلٹی کے حوالے سے عراق کو کسی طرح کی دخل اندازی کا کوئی حق نہ ہوگا۔

۲۔ کمیٹی کے تمام ملازمین کو وہ سارے رعایتی حقوق وتحفظات حاصل ہوں گے جو اقوام متحدہ کو عالمی معاہدوں اور چارٹروں کی رو سے حاصل ہیں۔

۳۔ اسلحہ کی تفتیش کی کمیٹی اور ایٹمی ایجنسی کی عالمی کمیٹی کے ارکان کو عراق میں آنے جانے کی مکمل آزادی ہوگی، وہ اندرون عراق بھی جہاں چاہیں گے آزادی سے آمدورفت کرسکیں گے، وہ کسی بھی عمارت کا کسی بھی وقت کسی بھی طرح جائزہ لے سکیں گے، حتیٰ کہ صدارتی محلات ودفاتر کا بھی۔

۴۔ کمیٹی اور ایجنسی کے ارکان کو حق ہوگا کہ وہ عراقی حکومت سے ان تمام افراد کی فہرست، ان کے نام، پتے اور شناخت معلوم کرسکیں جو پہلے یا بعد میں عراق کے کیمیائی جراثیمی اور نیوکلیائی ہتھیاروں کے پروگرام سے منسلک رہے تھے یا ہیں، اس طرح ان لوگوں کے نام و پتے بھی طلب کرسکتے ہیں جو خود کار میزائلس پروگرام یا اس پروگرام کے پلانٹوں اور اس کی تحقیقات اور اس کو ڈیولپ کرنے کے منصوبے سے منسلک رہے تھے یا ہیں۔

۵۔ عراق کو کمیٹی اور ایجنسی کے ارکان اور ان کے پروگراموں کی سلامتی کی، اقوام متحدہ کی امن فوج کو ان کے مشن کی تکمیل کی اجازت دے کر ضمانت دینی ہوگی۔

۶۔ کمیٹی اور ایجنسی، کسی بھی مشتبہ عراقی ٹھکانے اور اڈے کو ممنوعہ خطہ قرار دے سکتی ہے، حتی کہ وہاں جانے والی راہوں اور اس کے اوپر کی فضاؤں کو بھی تاکہ زیر تفتیش عراقی ٹھکانے میں کسی طرح کی تبدیلی یا اس کی کسی شے کو دوسری جگہ منتقل کرنے کے امکان کو ختم کیا جاسکے۔

۷۔ کمیٹی اور ایجنسی کو حق ہوگا کہ وہ طیارے یا ہیلی کاپٹر کا استعمال کرے۔ جن میں جاسوس طیارے شامل ہیں جو پائلٹ کے ذریعے اڑان بھرتے ہوں، یا بغیر پائلٹ کے، نیز ان کے ہوابازوں کو کسی بھی عراقی طیران گاہ پر اترنے کا مکمل اختیار ہوگا۔

۸۔ کمیٹی اور ایجنسی کو کسی بھی عراقی اسلحے یا ان سے متعلق دستاویزات وریکارڈز کو تلف کرنے، تباہ کرنے یا ضبط

کرنے کا مکمل اختیار رہوگا۔ جن کے سلسلے میں ان کو ایسا کرنے کی ضرورت محسوس ہوگی۔

۹۔ تفتیش کے لئے مطلوبہ کسی بھی سامان اور میٹریلس کی درآمدگی اور برآمدگی اور اس کے استعمال کا دونوں کمیٹیوں کو مکمل حق حاصل ہوگا اور عراقی حکام کو کمیٹیوں' ان کے ملازمین اور اہل کار میں سے کسی کی جانچ پڑتال یا اس کے کسی سامان کی تلاشی' خواہ شخصی سامان ہو یا سرکاری' کا حق نہ ہوگا۔

قارئین کرام! کیا متحدہ اقوام کی قرارداد کی ان تفصیلات کو پڑھتے وقت آپ کو غصہ نہ آیا ہوگا کہ یہ غلام بنا لینے' ذلیل کرنے کی کیسی ظالمانہ اور بھیانک قرارداد ہے جو ایک خودمختار اور آزاد عربی ملک پر تھوپی جارہی ہے' صرف ایک ملک کی انا کی تسکین کے لئے جو عربوں کو خصوصاً اور ساری دنیا کو عموماً اپنا غلام بنالینا چاہتا ہے۔

صدام حسین خواہ کتنے مکار' دھوکے باز' آمریت پسند' جارح' سفاک' وعدہ شکن' آزادی کے دشمن' حقوق کے غاصب' احسان ناشناس' اور محسن کش رہے ہوں' لیکن وہ ان صفات میں یا ان سے بھی بدترین منفی اور انسانیت مخالف اطوار میں شارون' اس کے ٹولے' اس کے دائیں بائیں کے لوگوں اور بندروں اور خنزیروں کے برادران سے ہرگز بازی نہیں لے جاسکتے تھے' جو فلسطینیوں کی جان و مال کو بے دریغ اس طرح کھلے عام تباہ و برباد کررہے ہیں جس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی' نیز صدام اس بش سے ان سارے غیر انسانی عادات و اخلاق میں ہرگز جیت نہیں سکتے تھے' جس نے دنیا کے اربوں انسانوں میں سے کسی کی بات نہیں مانی اور بلا جواز ظالمانہ صلیبی صیہونی جنگ کے ذریعے مسلم عربی ملک اور قوم کو تباہ کیا اور وسیع تر تباہی کی شاہراہ قائم کی۔

امریکہ کو یہ یاد رکھنا ہوگا کہ وہ اپنی منافقانہ' غیر منصفانہ اور اسرائیل کے لئے طرفدارانہ اور عربوں اور مسلمانوں کے خلاف جارحانہ و دشمنانہ موقف کے ذریعے عربی اور اسلامی دنیا کے ایک ایک فرد کو اپنا مخالف بنا رہا ہے اور اسے اس بات کے لئے مجبور کررہا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے' اس کے ساتھ امریکہ کے مقابلے کے لئے اٹھ کھڑا ہو' لاٹھی' ڈنڈا' پتھر' ڈھیلا' بندوق' قلم' کاغذ' زبان اور تقریر و تحریر کے ان سارے ہتھیاروں کے ذریعے جو اس کے بس میں ہیں امریکہ درحقیقت اپنے طرز عمل سے اس ''دہشت گردی'' کو ہوا دے رہا ہے' جس سے وہ بقول خود لڑنے کے لئے اٹھا ہے۔ یہ ''دہشت گردی'' اس کی اپنی ''دہشت گردی'' کی وجہ سے زیادہ توانا' زیادہ جوان' زیادہ ثابت قدم اور زیادہ سخت جان ہوتی جارہی ہے۔ امریکہ اپنے خلاف پیدا ہونے والے مسلم امہ کے جذبات کے اصلی اسباب سے تجاہل عارفانہ کررہا ہے' وہ ہوائی فائرنگ کررہا ہے اس لئے اس کے نشانے کسی ''ہدف'' پر نہیں لگتے' خواہ وہ خوش فہمی میں مبتلا ہو اور اپنے تئیں ''خوش فعلی'' پر مطمئن اور نازاں ہو۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب: حافظ محمد سلمان الحق انوار

اولیاء اور علماء کی مصاحبت کے برکات

نحمده و نصلي على رسوله الكريم اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله و كونوا مع الصادقين صدق الله العلي العظيم (سورۃ توبہ۔ پارہ ۱۱۔ رکوع ۱۴)

خالقِ مخلوقات نے حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم النبیین ﷺ تک تمام انبیا ورسولوں کو انسانوں کے عقائد وافعال واصلاح کے لئے مبعوث فرمایا۔ اس اہم مشن کے ادائیگی کے لئے کہیں اللہ نے پیغمبروں کے ذریعہ اپنی مقدس کتابوں کو بذریعہ وحی ارسال فرمایا تو کہیں مخاطبین کے مطالبہ پر اتمام حجت کے طور پر بے شمار معجزات کا ظہور کر کے اپنے قادر مطلق ہونے کے واضح اور غیر مبہم دلائل مہیا فرمائے۔ اسی سلسلہ کی اہم ترین للہی دستاویز اور جامع ومکمل ترین کتاب قرآن مجید کی شکل میں حضور ﷺ کے ذریعہ تاقیامت پیدا ہونے والی نسلوں کے ظاہر و باطن کی درستگی اور حق و باطل میں تمیز کے لئے نازل فرمایا جو اول سے آخر تک انسان کے انفرادی، اجتماعی، اقتصادی ومعاشرتی اور سماجی مسائل میں دینی ودنیوی لحاظ سے مکمل مشعل راہ ہے۔

قرآن کی برکات:

روحانی وشرعی امراض اور کجی کے ازالہ اور نجات کے لئے گئی آیات میں روحانی علاج اور ادویہ تجویز کئے گئے انہی حق تعالیٰ کے بتائے ہوئے نسخوں کی احتیاط واخلاص سے استعمال سے بعد عرب کے بدو جاہل اور ان پڑھ تاریخ اسلام کے آفتاب و ماہتاب بن گئے۔ اور اسی قرآن کے سنہری اصولوں پر عمل کے نتیجے میں ظاہری مال ومتاع اور دنیاوی کروفر سے محروم صحابہ اور مسلمانوں نے دنیا کے کونے کونے میں اور دور افتادہ علاقوں تک سلطنتِ اسلامی کی حدود پھیلا دیئے۔

قرآن کے انہی راہنما اصول وہدایات کے ضمن میں آج کی تلاوت شدہ آیت کو بھی اہم مقام وحیثیت حاصل ہے جس پر عمل کر کے دین ودنیا کے مصائب سے نجات اور ترقی کی راہیں کھل سکتی ہیں۔ اور اس دور کی پستی وذلت میں مبتلا مسلمانوں کے احوال بھی پلٹ کر دنیوی واخروی کامرانیوں کی صورت میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

انحطاط کے اسباب:

آخر ہم نے کبھی سوچا ہے کہ وہی قرآن، وہی احادیث کے ذخائر، صحابہ کے اقوال وحالات، سلف صالحین اولیاء اللہ کے نمایاں کارنامے اپنے بزرگوں کے روحانی اور تقویٰ سے لبریز معمولات و واقعات ہمارے سامنے ہیں اس کے باوجود امتِ مسلمہ تنزل اور ذلت کی طرف رواں دواں ہے۔ آپ میں سے بڑی عمر کے حضرات کو یاد ہوگا کہ تقسیم ہند سے پہلے پورے برصغیر پاک وہند میں اس پورے خطے کا واحد بڑا دینی ادارہ دارالعلوم کے نام سے ہندوستان کے قصبہ دیوبند میں موجود تھا جو آج بھی دارالعلوم دیوبند کے نام سے اطرافِ عالم میں مشہور ہے نہ صرف موجودہ پاکستانی علاقہ بلکہ دور کے اسلامی ممالک سے علوم دینیہ کے عشاق سفر کے بے پناہ تکالیف کا سامنا کرکے دیوبند کے مرکزِ علمی میں علوم دینیہ سیکھنے کے لئے جاتے تھے۔ وہاں کئی سال گزارنے کے بعد اپنے علاقوں میں احکام شرعیہ کی اشاعت میں سرگرداں ہوکر گردو پیش میں تبلیغی، تدریسی واصلاحی فرائض سرانجام دیتے۔ اس کی فراغت اور واپسی پر تمام علاقہ میں دھوم مچ جاتی کہ فلاں صاحب عالم بن کر دیوبند سے واپس آیا ہے، وہ مرجع خلائق بن کر لوگوں کی دینی پیاس کو بجھاتا لوگ اس کی باتوں پر یقین کرکے اپنی اصلاح کرتے اور شرعی امور میں اس کی بات کو سند مانتے۔

اب گاؤں گاؤں دینی ادارے ہیں۔ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں طلباء مدارس میں پڑھ کر فارغ ہورہے ہیں۔ کوئی علاقہ ایسا نہیں جس میں کسی مستند مدرسہ کا فارغ التحصیل نہ ہو۔ صبح وشام مساجد میں تفسیر واحادیث کے محافل کا انعقاد بھی بکثرت ہے۔ ہر مسجد ومحلہ کے خطیب وامام بھی جمعہ ودیگر مواقع کے خطبات میں اللہ اور رسولؐ کے احکامات زور وشور سے بیان کرتے رہتے ہیں۔ پہلے ادوار میں دینی تعلیمات پر مشتمل کتب زیادہ تر عربی وفارسی لغت میں چھاپی جاتیں جن کا پڑھنا ایک عام آدمی کے لئے مشکل بلکہ ناممکن تھا مگر اب تو ہر لغت خواہ اردو ہو انگریزی یا پشتو یعنی تمام علاقائی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں بمشکل کوئی اپنے آپ کو امی یا عامی کہہ سکے گا کیونکہ عالم صرف اس کو نہیں کہتے جو دارالعلوم حقانیہ یا دیوبند کا فارغ ہو۔ بلکہ جس کو بھی دین کے ضروری مسائل معلوم ہوں تو عالم ہے وہ الگ بات ہے کہ کسی کا احاطہ علمی وسیع ہو تو بڑا عالم کہلائے گا اور جس کسی کے معلومات محدود ہوں وہ چھوٹا عالم دینی واصلاحی رسالوں وجرائد کی بھرمار ہے۔ کتب کے سٹالوں میں جانے کا اتفاق ہو تو اگر فحش لٹریچر موجود ہے تو اس کے مقابلہ میں دینی واصلاحی کتب کے کافی ذخائر بھی دستیاب ہیں۔ ملکی ذرائع ابلاغ اگر دل سے نہ بھی چاہیں ملک میں بسنے والے نیک دل مسلمانوں کے خوف سے کبھی کبھار، تدبر قرآن، تفسیر قرآن جیسے پروگراموں کو (اگرچہ ان کی حیثیت حیاسوز پروگراموں کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں) نشر کرتی رہتی ہیں گویا اکثر وبیشتر کلمہ گو دینی اور بے دینی میں فرق اور تمیز کرنے والے مسائل شرعیہ سے آگاہ ہیں جائز و ناجائز اور حلال وحرام کو بھی جان کر انجام خیر وشر سے بھی واقف ہیں، افرادی قوت کے لحاظ سے بھی آج مسلمانوں کو دیگر اہل ادیان پر فوقیت حاصل ہے، اللہ کی تمام نعمتیں مسلمانوں کے پاس ہیں، اس ترقی یافتہ دور کے دو اہم اقتصادی ہتھیار یعنی

تیل وسونا چاندی سے بھی مسلمان ممالک مالا و مال ہیں۔ ذہانت کے اعتبار بھی مسلم غیر مسلموں سے بہت آگے ہیں۔ جدید وسائنسی علوم اور ایجادات میں غیر مسلم بھی ان کی مہارت کے معترف ہیں۔ پھر وجہ کیا ہے کہ ان تمام امور کے باوجود بھی آج کا مسلمان انفرادی و اجتماعی ہر دو اعتباروں میں دینی و دنیوی لحاظ سے ترقی کرنے کے بجائے اس کا گراف نیچے کی طرف گر رہا ہے۔ دینی لحاظ سے جو مقام گزشتہ ادوار کے مسلمانوں کو باوجود کم علمی کے حاصل تھا وہ بھی نہیں اور دنیاوی لحاظ سے جو دبدبہ اور غلبہ تھا وہ بھی مفقود ہے۔

اس پستی و ذلت کی کئی وجوہات ہو سکتے ہیں مگر سب سے اہم اور بڑی وجہ ہمارے معاشرہ اور ماحول کا غیر شرعی ہونا ہے۔ مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا معاشرہ ایک مثالی معاشرہ ہونا چاہیے تھا۔ زبان سے تو سارا دن ہم اسلامی احکامات کے ثمرات و برکات کا ورد کرتے اور سنتے رہتے ہیں مگر اپنا گرد و پیش تو اسلامی ہونا دور کی بات ہے ہم اپنے چند فٹ قد و قامت پر بھی اسلام کو جاری نہیں کر سکتے اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ تمہاری شکل و لباس غیر مسلموں کے مشابہ ہے تو غلطی تسلیم کرنے کی بجائے انتہائی شانِ بے نیازی سے کہہ دیتے ہیں کہ ظاہری شکل و شباہت حقیقی مسلمانوں سا ہونے کی کیا ضرورت ہے مسلمانی ہمارے دل میں موجود ہے یہی حال اپنے قریب ترین عزیزوں مثلاً بیوی و اولاد کے بارہ میں ہے کہ اہل و عیال کے سربراہ کو غیر شرعی اعمال و رسم و رواج کے مسائل تو اکثر معلوم ہوتے ہیں مگر اپنے گھروں میں رائج کرنے والے بے دینی کو ختم کرنے کی طرف دھیان ہی نہیں۔ گھر سے ذرا باہر محلہ وبازار اور گاؤں وشہر منکرات اور برائیوں کے مستقل اڈے بنے ہوتے ہیں۔ گناہوں میں مبتلا دور کے عزیزوں پڑوسیوں اور شہریوں کو شرعی حکم کہ ہاتھ سے پکڑ کر منع کیا جانے کا تو تصور ہی نہیں بلکہ حدیث کے مطابق اپنے ضعیف الایمانی کا ثبوت دے کر ان لوگوں سے دل میں بھی نفرت پیدا نہیں ہوتی۔ اسلام کے بہترین اوصاف مثلاً امانت، سچ، انسانی ہمدردی جیسے اصول غیر مسلموں نے اپنا کر دنیا تو اپنی سنوار دی ہم نے اپنے وہ اصول چھوڑ کر شکل وصورت اور پورے معاشرہ میں کفار کی نقل شروع کر کے دنیا بھی برباد کر دی اور آخرت کے اعتبار سے اپنے آباؤ اجداد اور بزرگوں کی دینی و دنیوی کامرانیوں پر پانی پھیر دیا۔

عظمت رفتہ کا حصول:

اگر ہم مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے حصول کے خواہاں ہیں تو یہ مقصد نہ تو خالی تقریروں، جلسوں اور مطالبوں سے حاصل ہوگا اور نہ صرف دعاؤں سے بلکہ سب سے پہلے اپنے آپ کو اور پھر اپنے گرد و پیش کو صحیح انداز میں اسلام کے قالب میں فٹ کرنے سے حالت ذلت سے عظمت میں بدلے گی۔ اور یہ تب ہوگا کہ جیسے ابتداء میں تلاوت شدہ آیت کریمہ میں ذکر ہے کہ ہر ایک اپنے دل میں خوفِ خدا پیدا کرے اور دوم صورت و سیرت نیک لوگوں، علماء و صلحا کی سی اختیار کی جائے۔ سیرت صادقین کی طرح ہونے کے لئے صالحین کی مجالس میں بیٹھنا اور آنا جانا لازمی ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ پر اگر سرسری نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان گنت لوگوں کے عقائد و کردار میں تبدیلی اور انقلاب کا سبب صرف

اور صرف نیک اور صلحاء کی ہم نشینی ہی ہے۔

صحبت صالحین:

اور یہی وجہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے علماء اور اللہ کے برگزیدہ بندوں سے تعلق رکھنے اور ان کی اتباع کو نہ صرف دنیا بلکہ آخرت میں بھی انہی کے ساتھ اٹھنے اور ان کے زمرہ میں شمار ہونے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے:

عن انسؓ ان رجلاً قال یا رسول اللہ ﷺ متی الساعۃ قال ویلک وما اعددت لہا قال ما اعددت لہا الا انی احب اللہ ورسولہ قال انت مع من احببت الخ (رواہ البخاری ومسلم)

''حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی حضورؐ نے فرمایا تم پر افسوس ہے تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ اس شخص نے جواباً کہا میں نے تو کوئی خاص تیاری نہیں کی البتہ میرے پاس ایک نعمت ضرور ہے اور وہ اللہ اور اس کے نبیؐ کے ساتھ میری والہانہ اور حقیقت پر مبنی محبت ہے۔ یہ جواب سن کر آپؐ نے فرمایا۔ تم دنیا اور آخرت میں اس کے ساتھ ہو جس سے تمہاری محبت ہو۔''

صحبت اشرار کے مضرات:

نیک اور بدکار ہم نشین سے دوستی اور تعلق رکھنے والے کو آنحضرتؐ نے اس ارشاد کے ذریعے فائدہ اور نقصان سے آگاہ فرمایا۔

عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ ﷺ مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک ونافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیک واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحاً طیبا ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک واما ان تجد منہ ریحاً خبیثۃ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ نیک اور بدہم نشین کی مثال مشک رکھنے والا اور دھونکنی دھونکنے والے کی سی ہے مشک رکھنے والا یا تو تم کو کبھی مفت مشک دیدے گا یا استطاعت کی صورت میں تم خود اس سے خرید لو گے یا اگر مذکورہ دونوں صورت نہ ہوں تو اس کے ساتھ مسلسل بیٹھنے کی وجہ سے اس کی خوشبو تمہارے بدن اور کپڑوں میں سرایت کر کے کچھ تو حاصل ہو جائے گی۔ اور دھونکی دھونکنے والے کی آگ کے ذرات یا تو تمہارے کپڑوں اور بدن کے کسی حصہ کو جلا دے گا اگر اس سے بچ گئے تو آگ ور اکھ کی بدبو تو تمہارے دماغ کو متاثر کر دے گی۔''

عجیب حکیمانہ انداز سے نیکوکار کی دوستی اختیار کرنے اور بدکار سے قطع تعلق پر زور دے کر دونوں کے اثرات کو

انتہائی سادہ وعام فہم طور سے واضح فرمایا کہ نیک و عالم اور اللہ کے ولی سے دوستی اور ان کی مجلس میں بیٹھنے سے اگر وقتی فیض و ظاہری اثر نہ ملے تو کیا یہ کوئی معمولی نعمت ہے کہ اس نفسا نفسی اور بے اطمینانی کے دور میں چند لمحات سکون و اطمینان کے میسر ہوئے۔ اور یہی کیفیت بدکار کی ہے کہ اس کے ہم مجلسی میں اول تو دنیا و دینی دونوں کی تباہی ہے اس کی دوستی اور اس کے ساتھ محبت کرنے والے کے دل کا نورِ ایمان ماند پڑ جاتا ہے اگر اس نقصان سے محفوظ بھی رہا تو کیا یہی کم ہے کہ جو فرصت ولمحات اللہ نے اپنے ذکر و عبادت کے لئے مہیا فرمائے وہ لا حاصل اور بے کار صحبت میں ضائع ہوئے۔

اخروی و دنیوی فوز و فلاح کے اسباب و ذرائع میں حضورؐ نے اہم سبب اہل اللہ کے مجالس میں حاضری اور بیٹھنے کو قرار دیا اور ارشاد فرمایا۔

عن ابی رزین قال قال رسول اللہ ﷺ هل ادلک علی ملاک هذا الامر الذی نفیب به خیر الدنیا و الاخرة علیک بمجالس الذکر الخ (رواہ البیہقی)

''حضرت ابورزین سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تم کو دین وشریعت کی جڑ نہ بتاؤں جس کے ذریعہ تم دین و دنیا کی فلاح حاصل کرسکو ان میں اول سبب اہل اللہ (یعنی صلحاء) کی مجالس میں بیٹھنا اپنے اوپر لازم کرلو۔''

نیک و صالح لوگوں کی مجالس میں بیٹھنے کا فوری اثر یہ ہوگا کہ ظاہری شکل وصورت ان کے ہم شکل و ہم لباس بنانے کی خواہش دل میں پیدا ہوگی۔ اور جب ظاہری مشابہت اختیار کرلی جائے تو اللہ جل جلالہ غیور ذات ہیں باطن کو ظاہر کے رنگ میں ڈال کر ظاہر و باطن صلحاء وابرار کے مطابق کردیتے ہیں۔ ظاہر باطن پر اثر انداز ہوجاتا ہے۔

اہل اللہ سے مشابہت کے برکات:

حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں فرعون کی دعوت پر آئے ہوئے ماہر جادوگروں نے موسیٰؑ کی طرف لباس پہننے کی خواہش کا اظہار کرکے ظاہری مشابہت اختیار کرلی۔ اللہ کو جادوگروں کی یہ غیر ارادی ادا بھی ایسی پسند آئی کہ دوبارہ کفر کا لباس پہننے کا موقع ہی نہ دیا اور مقابلہ کے بعد بے ساختہ کہنے لگے۔

آمنا برب العالمین رب موسیٰ وھرون۔

آپ نے تفصیلی قصہ مختلف مواقع پر سنا ہے کہ ساحرین فرعون ایمان لانے کے لئے نہیں بلکہ موسیٰ و ہارون کو شکست دے کر نیچا دکھانے کے لئے میدان میں آئے صرف ظاہری صورت پیغمبری بنانے کا باطن پر اثر ہونے سے کامل مومنین بن گئے۔

کسی قوم سے مشابہت:

ہمارے ہاں تو یہ ضرب المثل مشہور ہے کہ ''خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے''۔ اگر ایک شریف و با اخلاق شخص مسلسل بدکاری کی مجالس میں آتا جاتا رہے ان سے ربط و تعلق رکھے تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمام امور اور اخلاق و عادات میں برے لوگوں کا ہم نوالہ و ہم پیالہ بن جائے گا۔ مضبوط اعصاب وقوت ارادی رکھنے والا فرد اگر شرابیوں

افیونیوں اور دیگر نشہ آور اشیاء استعمال کرنے والوں کا جلیس و ساتھی بن جائے تو وہ دن بھی دیکھ لے گا کہ اس کے قوی مضمحل ہو کر اس کو جواب دے دیں گے اور ارادے میں وہ تزلزل پیدا ہو گا کہ عادی نشہ کرنے والوں سے بھی کئی قدم آگے بڑھ جائے گا۔ کیونکہ ظاہری رفاقت و دوستی بدکاروں سے تھی جس کا اثر باطن میں بھی سرایت کر جائے گا۔

ایک مشہور حدیث کسی کی مشابہت سے اس کا اثر قبول کرنے کے بارے میں آپ خطباء و واعظین سے ہمیشہ سنتے رہتے ہیں۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم (رواہ ابوداؤد)

''ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار انہی میں ہوگا''

یعنی اگر ایک فرد یا قوم اپنے لباس شکل وصورت اور عادات واطوار کو کسی کافر یا فساق و فجار کے مشابہ بنا لے تو اس کے نامہ اعمال میں بھی وہی گناہ درج ہوں گے جو کہ کافر اور فساق کو ملتے ہیں۔ آج بدقسمتی سے مسلمانوں کی بڑی تعداد کفار کی نقالی میں دن رات مصروف ہے۔ شکل وصورت بھی کفار کی، یہود و نصاریٰ کی طرح داڑھیوں سے بے نیاز سر کے بال انگریزوں کی طرح، لباس غیر مسلموں سا۔ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اسلام دشمنوں کے مشابہ۔ اس ظاہری مشابہت کا باطن پر اثر یہ ہوا کہ ایسے طبقہ کی مسلمانی برائے نام کی رہ گئی ہے۔ دلوں سے اسلام کی عظمت اور نور ختم ہو کر کفاروں کا رعب و ہیبت جاگزین ہوا۔ اسلام اور مسلمانی سے متاثر ہونے کی بجائے یہ طبقہ کفار اور ان کی عادات واطوار کی تعریفیں کرتے کرتے تھکتے نہیں اور یوں ایسے لوگ ان کفار و اغیار کے ساتھ ان کو ملنے والی سزا میں بھی شریک ہوں گے اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے آپ کو علماء، صوفیاء اور اہل اللہ کے نمونہ کے مطابق بنائے گا اور ان جیسی عادات واخلاق اور رہن سہن اختیار کرے گا تو وہ نیکی اور اجر و ثواب میں بھی صالحین کے ساتھ شامل ہوگا۔ فوری فائدہ تو اس مشابہت کا یہ ہوگا کہ کئی ایسے گناہ کے مقامات اور مواقع جن میں مبتلا ہونا یقینی ہوتا ہے صرف صلحاء کی طرح ظاہری شکل وصورت رکاوٹ بن کر اس شخص کو گناہ سے بچا دیتی ہے۔ پھر یہ سلسلہ اگر اسی طرح جاری رہے کہ صلحا کی مجالس میں آنا جانا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہو ان کی طرح شکل وصورت بنائی جائے ان کی عادات واطوار پر عمل پیرا ہو تو زندگی میں انقلاب آ کر ایمان و اسلام اور تقویٰ کے نور سے قلب منور ہونے کے بعد ایک فرد کامل مسلمان بن جاتا ہے۔

اللہ جل جلالہ ہم گناہ گاروں کو صلحا کے زمرہ میں شمار کر کے سعادت دارین سے ہمکنار فرماویں۔

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

قاری سعید الرحمان*

مولانا محمد صابرؒ ایک عظیم شخصیت

فما كان قيس هلكه واحد ولكنه بنيان قوم تهدما

دوسرے شاعر کا قول ہے:

موت التقى حياة لا إنقطاع كما مات قوم وهم فى الناس احياء

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

يذهب الصالحون الاول فالاول ويبقى حفالة كحقالة الشعير و التمر لايبا لهم الله بالة "نیک لوگ یکے بعد دیگرے اٹھتے جائیں گے اور (انسانیت کی) تلچھٹ پیچھے رہ جائے گی جیسا کہ ردی جو اور کھجور رہ جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا۔"

دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

ان الله تعالىٰ لايقبض العلم انتزاعاً فيتزعه من قلوب العباد ولكن يقضبه بقبض العلماء حتى اذا لم يلبق عالماً اتخذ الناس رؤساً جهالاً فسئلو افافتوا بغير علم فضلوا و اضلوا۔

"بیشک اللہ تعالیٰ اس علم کو اس طرح قبض نہیں کرے گا کہ بندوں کے سینوں سے چھین لے بلکہ قبض علم کی صورت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ علماء کو اٹھاتا رہے گا۔ یہاں تک کہ جب ایک عالم بھی باقی نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے۔ اس سے سوالات ہوں گے وہ بغیر جانے بوجھے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

ہمارے استاذ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بقائے انسانیت کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ علم صحیح اور عمل صالح' یہ دونوں چیزیں انسانیت کے بنیادی جوہر ہیں۔ اور ان دونوں کی موت درحقیقت انسانیت کی موت ہے۔ جو حضرات علم وعمل کے جامع اور انسانیت کے اعلیٰ نمونہ ہیں ان کے

* مہتمم جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر و جامعہ رحمانیہ بھبودی ضلع اٹک۔

بتدریج اٹھتے چلے جانے سے یہ دونوں چیزیں اٹھتی جارہی ہیں۔ اور انسانیت بتدریج دم توڑ رہی ہے جس طرح انسان کی جسمانی صحت نسلاً بعد نسل کمزور ہوتی جارہی ہے۔ اسی طرح اخلاقی صحت بھی دن بدن روبہ زوال ہے۔ آج کل عام طور پر انسان انسان نہیں' انسانیت کی چلتی پھرتی لاشیں ہیں جو حیات مستعار کا بار کندھوں پر اٹھائے پھر رہی ہیں اور فضائے بسیط کو اپنے تعفن سے مسموم کر رہی ہیں۔

اجل مسمی (موت) کا ہاتھ انسانیت کے دسترخوان سے قیمتی دانوں کو بتدریج اٹھاتا جارہا ہے اور اب انسانیت کے ڈھیر میں خال خال حضرات ایسے نظر آتے ہیں جو انسانیت کے اخلاقی جوہر کے امین ہوں' جن کے سیرت و کردار کو دیکھ کر انسانی سیرت کی نوک پلک درست کی جائے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد صابر صاحبؒ قافلہ ہستی کے ان شخصیتوں میں سے تھے جو مینارہ نور تھے۔ ان کے وجود مسعود سے علم و دانش' زہد و تقویٰ اور یقین و معرفت کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔ ان کے دم قدم سے علوم نبوت کا وقار قائم رہتا ہے۔ حضرت مولانا مرحوم کا شمار ان جامع الکمالات ہستیوں میں تھا جو نہ صرف اپنے دور کے جید اور ممتاز عالم تھے بلکہ بڑے عاقل و متین مدبر و منتظم تھے' علم و وقار کا مجسمہ اور خدا ترسی اور للہیت کا بہترین نمونہ تھے۔ مولانا مرحوم کی شخصیت علاقائی و مقامی نہیں بلکہ علمی خدمات کے اعتبار سے ملکی بلکہ بین الاقوامی حیثیت کے مالک تھے۔ کہ آپ کا فیض دنیا کے دور دراز ملکوں تک پھیلا ہوا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے شاگرد تھے۔ ساری زندگی تعلیم و تدریس خطابت و موعظت و تبلیغ میں گزاری زیادہ وقت تدریس میں گزرا۔ اور اسی کو اپنی زندگی کا مشن بنائے رکھا۔ ہمارا تجربہ و مشاہدہ ہے کہ دینی کاموں میں سب سے مشکل کام تعلیم و تدریس ہے کہ یہ تعمق فی العلم اور تفقہ فی الدین سے حاصل ہوتا ہے اور حدیث کے ارشاد کے مطابق الافلیبلغ الشاھد الغائب

دین کی امانت مستقبل کی نسل تک طلبہ کے ذریعہ پہونچانے کا ایک موثر اور بہترین ذریعہ ہے سب متداول علوم میں آپکو عجیب ملکہ حاصل تھا۔ حدیث' تفسیر' فقہ' اصول فقہ' منطق' صرف و نحو سب علوم میں یکتا تھے۔ آپ علوم نقلیہ و عقلیہ کے صاحب بصیرت فاضل' عصر حاضر کے ذکی ترین عالم' نکتہ شناس اور دقیقہ رس تھے۔ مسائل دقیقہ کی سہل تعبیر پر قادر ترین فاضل تھے۔ اس دور میں ایسے جید معلم و مدرس کا ملنا مشکل ہے۔ دور دراز سے طلبہ آپ سے اور آپ کے رفیق خاص حضرت مولانا عبدالسلام صاحب سے فیض حاصل کرنے آتے۔ اللہ تعالیٰ جن سے دین کی خدمت لیتے ہیں۔ ان کو اس مقام پر فائز کرنے کے لئے ہر قسم کی برکتیں عطا فرماتے ہیں اور ماحول بھی سازگار بناتے ہیں۔ اخلاص اور للہیت سے جو کام شروع کیا جائے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نصرت اور مدد شامل ہوتی ہے۔ شخصیات کے بننے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ طویل محنت اور جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔

مولانا محمد صابرؒ کی شخصیت ایک ہمہ جہتی تھی' دینی معاملات میں ہر پہلو پر آپ کی نظر رہتی۔ تعلیم و تدریس تو

ان کا مشغلہ تھا ہی' جمعہ کے خطبات کے ذریعہ بھی عوام کی تربیت اپنا دینی فریضہ سمجھتے۔تقریباً ۳۵ سال تک جامع مسجد ۲۲ ایریا واہ فیکٹری میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے۔جس کو سننے کے لئے لوگ دور دراز سے آتے۔آپ کا بیان موجودہ دور کے عام خطاب یعنی لفاظیوں کی بجائے علمی بیان ہوتا۔جس میں حالات حاضرہ پر تبصرہ کے علاوہ فرق باطلہ کی تردید اور علماء دیوبند کے مسلک حق کا آئینہ دار ہوتا۔

آپ کی زندگی ایک مسلسل جدوجہد سے عبارت تھی' سارا ہفتہ اپنے مدرسہ میں تدریس میں گزرتا۔جمعرات کو اپنے گاؤں گڑھی افغانان جاتے' وہاں بھی درس' مدرسہ البنات کی سرپرستی اور علاقہ میں کسی جگہ دینی تقریب میں شرکت اور بیان ہوتا جمعہ کا دن واہ فیکٹری کے لئے وقف تھا۔ جہاں جمعہ کا خطاب اور مختلف مساجد و مقامات میں بیانات ہوتے۔واہ فیکٹری جیسے حساس علاقہ میں ابتداء سے اہل بدعت کی گرفت مضبوط تھی۔اس میں زیادہ تر دخل ان افسران بالا کا تھا جو نظریاتی طور پر اہل بدعت سے وابستہ تھے اور اس وابستگی کے اظہار کے لئے ہر قسم کے حربے استعمال کرتے رہے ہیں۔اہل حق کے لئے ہر وقت انہوں نے رکاوٹیں کھڑی کیں۔بعض حالات میں تو سپریم کورٹ تک جانا پڑا۔ جہاں سے انصاف ملنے پر سکھ کا سانس لیا۔مولانا مرحوم اور آپ کے رفیق خاص حضرت مولانا عبدالسلام صاحب کی مساعی جمیلہ سے اب ماشاء اللہ اہل حق کے کافی ادارے کام کر رہے ہیں اور دن بدن ان میں اضافہ ہو رہا ہے۔

اشاعت القرآن

آپ کی محنتوں کا ثمرہ اور جدوجہد کا نتیجہ اور اخلاص کا مظہر ملک کا مشہور آپ کا ادارہ جامعہ اشاعت القرآن حضرو (اٹک) ہے۔فراغت کے بعد ان تین علماء مولانا محمد صابر صاحبؒ مولانا عبدالسلام صاحب' مولانا محمد امتیاز صاحب نے قصور کے مدرسہ ۱۹۶۳ء ایک سال تدریس کی' کچھ عرصہ دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی میں تدریس کی۔ اس کے بعد شیخ القرآن' مولانا غلام اللہ خان صاحب کے گاؤں ''دریا'' میں تقریباً سات سال تک پڑھاتے رہے۔

۱۹۷۱ء میں آپ نے حضرو میں تدریسی کام شروع کرنے کے لئے ''جامعہ اشاعۃ القرآن'' کے نام سے ادارہ قائم کیا۔شروع شروع میں درجہ موقوف علیہ تک تعلیم ہوتی رہی۔اللہ تعالیٰ نے ان تینوں ساتھیوں کو بڑی جامعیت اور قابلیت عطا فرمائی تھی۔منقولات و معقولات سب علوم میں یہ جامع تھے۔

''حضرو'' علاقہ چھچھ کا مرکزی مقام ہے۔چھچھ قدیم زمانہ سے اہل علم کا مرکز رہا ہے۔یہاں کی علمی شخصیات میں شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب غور غشتی' شیخ المحدثین خلیفہ حضرت حکیم الامۃ تھانویؒ' مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری' شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان صاحبؒ (تاجک) شیخ الحدیث مولانا عبدالقدیر صاحبؒ حضرت مولانا عبدالحکیم صاحبؒ (حیدر) حضرت العلامہ مولانا عبدالدیان صاحبؒ (داماں) حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحبؒ (ویسہ) حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ (بہبودی) مولانا سکندر

خان صاحبؒ مولانا حافظ محمد زمرد خان صاحبؒ مولانا غلام ربانی صاحب (بہبودی) مولانا فضل الرحمٰن صاحب (بہبودی) جیسے حضرات کے اسماء گرامی معروف ہیں۔ان بڑے اکابر کے دور میں علاقہ کے طلبہ پاک و ہند کے مدارس میں تعلیم حاصل کرتے۔

ایک دور یہاں ایسا آیا کہ علماء کی اولاد خصوصاً اور دوسرے دیندار گھرانوں کے نوجوان نے عموماً حصول روزگار خلیجی عرب ممالک' برطانیہ' امریکہ' ملائشیا اور ہانگ کانگ کا رخ کرنا شروع کردیا۔خطرہ تھا کہ شاید یہ علاقہ جس کو علمی اعتبار سے سمرقند بخارا کہا جاتا اور یہاں کے علماء پاک و ہند کے اکثر مدارس میں تدریس و تعلیم کے فرائض انجام دیتے' بالکل علم سے خالی ہوتا جارہا تھا۔پرانے زمانے کے درس و تدریس کے مراکز کبار علماء کے وفات سے خالی ہو چکے تھے۔کوئی ایسا مرکزی ادارہ نہ تھا جو تشنگان علوم کو سیراب کرتا اللہ تعالیٰ نے شیخ الحدیث مولانا محمد صابر صاحبؒ اور ان کے رفیق کار مولانا عبدالسلام دامت برکاتہم کو ایک معیاری مدرسہ قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔دیکھتے دیکھتے قرب و جوار ہی نہیں دور دراز علاقوں بلوچستان' آزاد کشمیر' صوبہ سرحد بلکہ بیرون ملک سے بھی طلبہ آنا شروع ہوگئے۔یہ مولانا مرحومؒ کی عنداللہ مقبولیت تھی کہ ''جامعہ اشاعت القرآن'' کو ایک مرکزی ادارہ کی حیثیت حاصل ہوگئی۔علاقہ چھچھ میں تو اس کی حیثیت ''ام المدارس'' کی ہے۔ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

مولانا مرحوم ہمیشہ اکابر علماء دیوبند کے مسلک اعتدال سے وابستہ رہے۔یہ حضرت مولانا رسول خانؒ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ مولانا عبدالقدیر خان صاحبؒ اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ سے تلمذ کی برکات تھیں۔مولانا مرحوم اپنے احباب و تلامذہ کو بھی اسی راہ پر گامزن رہنے کی تلقین فرماتے۔

جماعت تبلیغ سے بھی لگاؤ رہا۔جب تک صحت رہی' رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع میں اہتمام سے شرکت فرماتے۔عموماً اس سفر میں راقم الحروف کے علاوہ مولانا عبدالسلام صاحب' مولانا محمد امتیاز صاحب' حافظ محمد زمرد خان خانؒ ساتھ ہوتے۔یہ سفر ہر اعتبار سے صرف دلچسپ ہی نہیں بلکہ علمی ہوتا اور مولانا مرحوم کے فیوض سے سب رفقاء مستفید ہوتے۔آپ ہمیشہ تشدد سے دور رہتے۔مومن کے بارے میں جس حکمت و فراست کا ذکر حدیث میں آیا۔مرحوم اس کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔آپ نے جن جن اکابر سے فیض حاصل کیا تھا ان کے مجموعہ علوم اور شان تربیت کو اپنی ذات میں سمویا ہوا تھا۔اپنے اساتذہ کے علاوہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحبؒ کی خدمات عموماً تذکرہ فرماتے۔اپنے استاذ مولانا محمد رسول خان صاحبؒ کی شان علم کے بڑے معترف تھے' ترمذی شریف مرحوم نے مولاناؒ سے پڑھی تھی۔فرماتے ہیں کہ حضرت الاستاذ مختصر اور چھوٹے جملوں سے بڑے بڑے مسائل حل فرماتے۔اپنے ہاتھوں سے حضرتؒ کی املائی تقریر ترمذی آخری وقت

تک زیر مطالعہ رہتی۔

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کے تبحر علمی کا بہت تذکرہ فرماتے اور ان کے مزاج کی والہانہ وارفتگی کا بہت ذکر فرماتے۔ اس ضمن میں فرماتے حضرت کاندھلوی موجودہ دور کے تکلفات اور پر تصنع زندگی سے کوسوں دور تھے۔ علماء میں جو تجدد پیدا ہو چکا تھا۔ اکثر اس پر تنقید فرماتے۔

راقم الحروف نے جب والد صاحبؒ حضرت مولانا عبدالرحمان کاملپوریؒ کی تقریر ترمذی ''معارف ترمذی'' کے نام سے شائع کی۔ تو سب سے پہلے اس کا ایک نسخہ مولانا مرحوم کی خدمت میں پیش کیا۔

مرحوم نے دیکھ کر انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا۔ کہ معارف ترمذی اختصار، فقہی حوالہ جات اور سہل فہمی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے، مرحوم کو مدارس کے قیام سے خاص لگاؤ تھا۔ آپ کا جن تلامذہ نے علاقہ چھچھ میں مدارس قائم کئے ان کی بھرپور سرپرستی فرماتے، عام طور پر ارباب مدارس اور مہتممین حضرات اپنے ایسے ذیلی اداروں سے اچھا تعلق نہیں رکھتے جس سے بظاہر اپنے مدرسہ سے مالی تعاون میں کمی کا احساس ہوتا۔ مگر مرحوم ایسے فراخدل تھے کہ خود اصحاب ثروت کو ان سے تعاون کا فرماتے۔ کچھ ایسے مدارس تھے جو مرحوم نے خود قائم کئے تھے۔ اور ان کے اخراجات کا انتظام فرماتے۔ جن میں مدرسہ تحفیظ القرآن ابراہیم آباد رملھو جامعہ فاروقیہ واہ فیکٹری مدرسہ فاروق اعظم ٹیکسلا، جامعۃ البنات گڑھی افغانان شامل ہیں۔ جامعہ صدیقیہ واہ فیکٹری تو ماشاء اللہ ایک بڑا دینی ادارہ ہے جس کا قیام مرحوم کی مساعی سے ہوا، مسجد علیؓ مسجد امیر حمزہؓ واہ، جامعہ اشاعت القرآن للبنات لالہ رخ واہ، مدرسہ تعلیم القرآن بکوی باہتر مدرسہ تعلیم القرآن زیندی، مدرسہ تعلیم القرآن خگوانی کے اخراجات مولانا مرحوم ادا فرماتے۔ بحمد للہ یہ ادارے اب بھی جاری ہیں، مولانا مرحوم کی ایک خاص صفت اپنے تلامذہ کی سرپرستی تھی، تواضعاً اپنے شاگردوں کو تلمیذ یا شاگرد کی بجائے ''دستگی''، یعنی ساتھی فرماتے، مجلس میں کسی کو احساس تک نہ ہوتا کہ یہ مولانا کے شاگرد ہیں، آپ کے مدرسہ میں سب اساتذہ بجز مولانا عبدالسلام صاحب کے سب آپ کے تلامذہ تھے مرحوم نے ان کی ایسی تربیت فرمائی تھی کہ وہ صرف تدریس ہی میں نہیں بلکہ تقریر و تحریر جہاد، مناظرہ اور خطابت میں بہترین خدمات انجام دینے والے ثابت ہوئے۔ ان میں قاری چمن محمد صاحب، جو ایک کامیاب استاد حدیث و منقولات و معقولات ہیں اور فن مناظرہ میں ان کو ید طولیٰ حاصل ہے، اہل بدعت غیر مقلدین اور شیعہ سے بارہا مناظرے کر چکے ہیں اپنی علمی وجاہت سے احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دیتے رہتے ہیں، مولانا عبدالخالق صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ انوار القرآن نرٹوپہ نے تھوڑے عرصہ میں اپنی خطابت اور انتظامی قابلیت کا لوہا منوایا۔ مولانا محمد جان صاحب، مہتمم مدرسہ اسلامیہ قطبہ نے جہاد افغانستان میں قربانیوں سے اپنی عزیمت و استقامت کا بے مثال مظاہرہ کیا، علاوہ ازیں مولانا فضلداد صاحب، مولانا نور محمد صاحب، مولانا محمد نعیم، حافظ غلام مرتضیٰ، مولانا یعقوب خان، قاری اظہار الحق وغیرہ حضرات کے اسماء گرامی

قابل ذکر ہیں۔طلبہ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ عشاء کے بعد ابتدائی درجات کے طلبہ کو صرف ونحو کے اسباق زبانی یاد کراتے ہمیشہ آپ کی کوشش ہوتی کہ مختلف مساجد ومدارس میں اپنے تلامذہ کو دینی خدمات کے لئے تقرر فرماتے' پھران کو قیمتی مشوروں اور علمی سرپرستی سے نوازتے۔

راقم الحروف نے راولپنڈی کی مصروفیات اور علاقہ چھچھ سے مذہبی سیاسی اور علاقائی تعلق کے بناء پر ہفتہ میں بدھ وجمعرات چھچھ میں رہنے کا اہتمام کررکھا تھا' وہاں جانے کے اہم مقاصد میں مولانا مرحوم اور مولانا عبدالسلام صاحب کی مصاحبت ہوتی۔معمول تھا کہ بدھ کی صبح مرحوم کے حکم پر مولانا عبدالسلام صاحب ٹیلیفون سے یاددہانی فرماتے۔بیماری کے دوران بھی مرحوم بدھ کے دن میرے منتظر رہتے۔یہ مرحوم کی محبت تھی۔اس دن آپ نے کسی اور جگہ پروگرام رکھنے سے منع کیا ہوا تھا۔

اس دن ہمارا اجتماعی پروگرام کسی نہ کسی جگہ ترتیب دیا جاتا۔آپ سے اس تعلق ومحبت میں روز بروز اضافہ ہوتا' ان مجالس میں مرحوم کی محبت قابل دیدنی ہوتی۔

آپ کی ساری زندگی زہد وقناعت اور سادگی کی تصویر تھی' جب تک آپ کی صحت درست تھی' آپ واہ فیکٹری سے گڑھی افغانان تک عموماً سائیکل پر سواری فرماتے۔علمی شان کے باوجود اس سادگی میں کوئی جھجک محسوس نہ فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سخاوت سے بھی نوازا تھا' غریبوں سے حسن سلوک اوران سے خفیہ تعاون آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی' مہمان نوازی میں اپنے اکابر کے نقش قدم پر گامزن تھے۔

آپ علماء میں جوڑ اور باہمی عزت وتکریم کے قائل تھے۔علاقہ چھچھ میں سب علماء سے آپ کا تعلق تھا اجتماعی مسائل میں علماء آپ کی طرف رجوع کرتے۔اگر کوئی توڑ کی بات کرتا یا علماء میں مخالفت کی کوشش کرتا تو صرف کنارہ کشی ہی نہیں سختی سے منع فرماتے۔

احقاق حق کا جذبہ آپ کو اپنے اساتذہ سے وراثت میں ملا تھا۔اس لئے جمہور علماء کے خلاف قول وفعل آپ کے لئے ناقابل برداشت ہوتا۔ایک بزرگ عالم سے جمہور علماء کے قول کے خلاف موقف اختیار کرنے پر مخالفت ہوئی۔عدالت تک نوبت پہنچی مگر اس میں بھی باہمی احترام کا پہلو مدنظر رہتا' علماء کے اختلاف کو محدود رکھتے۔عوام تک نہ پہونچاتے کہ اہل حق کا یہی شیوہ ہے۔

فن مناظرہ سے بھی آپ کو خاص مناسبت تھی' بڑے بڑے مشاہیر آپ سے علمی گفتگو اور مناظرہ سے احتراز کرتے' ان کی کوشش ہوتی کہ مرحوم سے آمنا سامنا نہ ہو۔علمی شان اپنی جگہ' فتاویٰ میں بھی آپ کو خاص تجربہ تھا' اہم نازئ اور مسائل اپنی علمی ثقاہت سے بغیر مطالعہ کے حل فرماتے۔

دینی خدمت کے پیش نظر اپنے اکابر کی طرح عوام سے بھی رابطہ رہتا۔عصر کے بعد عام لوگ آپ سے تعویذ

کے لئے آتے۔ آپ بڑی خندہ پیشانی سے تعویذ دیتے۔

سفر ہو حضر اپنے معمولات میں دوام اور پابندی آپ کی خاص طبیعت تھی' نوافل و اوراد آپ کے معمولات میں شامل تھے۔ آپ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اور حضرت حافظ محدث مولانا عبداللہ درخواستیؒ شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب غور غشتی سے بیعت تھے۔

مولانا مرحوم اس دور کے ان علماء راسخین میں سے تھے جن کی دقت نظر داد تحقیق اور حسن ذوق کا علم بہت کم لوگوں کو ہوا۔ افسوس کہ ان کے علمی کمال کا کوئی حصہ بھی سینہ سے سفینہ میں منتقل نہیں ہوا۔ درحقیقت ان کے تلامذہ ہی ان کی علمی وراثت کے امین ہیں۔

آپ اور مولانا عبدالسلام صاحب کا جو تعلق ساری زندگی رہا۔ باہمی اخوت ومحبت' اعتماد اور اخلاص کی مثال اس دور میں ملنی مشکل ہے' طالب علمی کے دور سے لے کر ''جامعہ اشاعت القرآن'' کی تشکیل تک' ابتدائی تعلیم سے دورہ حدیث وفقہ تک دونوں یک جان ودو قالب کی طرح دین کا کام کرتے رہے۔

ترمذی اور تہذیب الکمال میں ابن ابی ملیکہ سے منقول کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا مکہ معظمہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ''حبشی'' ایک جگہ کا نام ہے۔ وہاں انتقال ہوا اور مکہ میں تدفین ہوئی تو حضرت عائشہؓ اپنے بھائی کی قبر پر حاضر ہو کر یہ دو شعر پڑھے:

وكنا كندماني جذيمة حقبة ...... من الدهر حتى قيل لن يتصدعا

''ہم ایک طویل عرصہ تک جذیمہ کے دم مصاحب کی طرح تھے (کہ کبھی جدا نہ ہوتے تھے) یہاں تک کہ کہا جانے لگا کہ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے۔''

فلما تفرقيا كاني ومالكا ...... لطول اجتماع لم نبت ليلة معا

''پھر جب ہم ایک طویل عرصہ ساتھ رہنے کے بعد جدا ہو گئے تو ایسے ہو گئے گویا کہ میں نے اور مالک نے ایک رات بھی کبھی ساتھ نہیں گزاری۔'' (ج ۱۱۔ص ۱۲۴)

جذیمہ عراق کے ایک بادشاہ کا نام ہے۔ مالک اور عقیل جو ایک طویل عرصہ تک اس کے ساتھ رہے۔ دونوں ہمیشہ اکٹھے اور ساتھ رہتے تھے۔ یہاں تک سچی دوستی اور طول رفاقت میں ضرب المثل بن گئی۔ حقبہ طویل زمانہ کو کہتے ہیں۔ یہ دونوں شعر متمم بن نویرہ یربوعی کے ہیں جو اس نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے ہیں۔ جو واقعہ ردت میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ایک لشکری حضرت ضرار بن الازورؓ کے ہاتھوں قتل کیا گیا۔ متمم کو اپنے بھائی مالک سے شدید محبت تھی' اس نے متعدد قصائد مرثیہ کے طور پر مالک کے بارے میں کہے۔ ادب میں اس کے مراثی کو بڑا مقام حاصل ہے۔ حضرت عمرؓ انکے مراثی کو پسند فرماتے تھے اور بلا کر سنا کرتے تھے۔ مالک بن نویرہ کے بارے میں کہا

جاتا ہے کہ وہ کسی غلط فہمی کی بناپر مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کئے گئے (اسد الغابۃ ۔ج ۲' ص ۹۵۔ والکامل لابن الاثیر ج ۲' ص ۳۵۲)

مولاناؒ مرحوم سیاست میں جمعیت علماء اسلام کے ساتھ تھے عملی طور پر بھی اس میں حصہ لیتے تھے' راقم الحروف جب علاقہ چھچھ سے الیکشن لڑتا رہا' مرحوم درس و تدریس کی مصروفیات کے باوجود شب و روز محنت فرماتے' گاہے گاہے رات بارہ ایک بجے انتخابی مہم سے واپسی ہوتی اور مہم میں شریک حضرات کے لئے رات دیر تک حضرت مرحوم کی طرف سے ''اکرام'' کا انتظام فرماتے انتخابی مہم میں ''جامعہ اشاعت القرآن'' مرکز کا کردار ادا کرتا۔ میرے بیرون ملک دورہ کے موقع پر مولانا محمود الحسن صاحب توحیدی ۱۹۹۷ء میں جب علماء کی نمائندہ بن کر الیکشن میں حصہ لے رہے تھے۔ اس وقت بھی مولانا مرحوم اسی جذبہ سے حصہ لیتے رہے۔ مولانا مرحوم اس بات پر زور دیتے کہ علماء کا عملی سیاست میں حصہ لینا ضروری ہے' اور اس میدان کو خالی چھوڑنا دین اور اہل دین کے لئے نقصان دہ ہے۔ صوبہ سرحد و بلوچستان کے علماء کی مثال دیتے کہ مالی وسائل نہ ہونے کے باوجود بڑے بڑے جاگیرداروں سرداروں اور نوابوں سے سیاسی طور پر کامیابیاں حاصل کرتے ہیں۔ (آج اسی جدوجہد اور محنت کا نتیجہ ہے کہ ان دونوں صوبوں میں متحدہ مجلس عمل کو ایک موثر قوت حاصل ہے اور جمعیت علماء اسلام نے ایک مقتدر جماعت کی حیثیت سے اپنی قوت منوائی ہے) مولانا مرحوم فرماتے کہ چھچھ کے علماء کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت عزت و افتخار اور علمی وجاہت سے نوازا ہے' اگر یہ ذرہ محنت کریں تو یہ سرزمین دینی سیاست کے لئے انتہائی موزوں ہے۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

ہمارے اکابر نے تقسیم ملک سے قبل یہاں سیاست میں حصہ لیا ہے پاکستان بننے سے قبل انتخابات میں بوھی گاڑ کے حضرت مولانا حکیم عبدالحئی صاحبؒ نے حصہ لیا تھا اور چھچھ بھی اس علاقہ میں شامل تھا انگریز کا دور تھا اور اس کے مقرر کردہ نمائندوں کا مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ مگر سیاسی میدان خالی نہ چھوڑا گیا سرکاری امیدوار نے بڑی پیشکش کی۔ حکیم صاحبؒ کا جواب تھا کہ مجھے اگر ایک ووٹ بھی نہیں ملے میں حصہ لوں گا' تقسیم ملک کے بعد شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان صاحب' تاجک مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمان صاحب ویسہ' مولانا فضل الرحمٰن صاحب بہبودی۔ مولانا سکندر خانؒ برہ زئی۔ حافظ محمد زمرد خانؒ (سلیم خان) مولانا ظہور الحق صاحب مدظلہ داماں۔ مولانا عبدالرؤف بہبودی۔ حافظ محمد بشیر غورغشتی' مولانا اظہار الحق جلالیہ۔ مولانا محمد ابراہیم غورغشتی' حافظ غلام سرور غورغشتی۔ مولانا عبدالرؤف ربانی بہبودی' مولانا محمد ایوبؒ مولانا غلام یحییٰ نرتوپہ۔ قاری محمد الیاس تاجک' مولانا غلام حبیب ویسہ۔ مولانا رشید احمد مولانا فضل واحد' مولانا سیف الرحمان حیدری' قاری محمد ریاض ملک' حافظ عبدالرحمان کاملپور' حاجی عبدالعزیز برہ زئی۔ حافظ محمد ادریس مومن پور۔ قاری شیر افضل خان کی خدمات

یادگار ہیں ان حضرات نے اپنے اپنے دور میں علاقہ کے سرمایہ داروں جاگیرداروں اور انگریز کی باقیات' اور خوانین سے مقابلہ کرتے رہے۔اور بغیر خوف لومۃ لائم اسلامی سیاست میں مسلسل گامزن رہے۔علماء کی بھرپور سیاست کا دور ۱۹۷۰ء سے لے کر ۲۰۰۳' تک محیط رہا ہے۔مولانا مرحوم کی اسلامی سیاست سے دلچسپی اور متحرک کردار سے صرف علماء ہی نہیں چھچھ کے عوام بھی بخوبی واقف ہیں۔آپ سیاست میں علماء کے توڑ اور باہمی مخالفت کے سخت خلاف تھے۔ فرماتے کہ چھچھ میں علماء نے ہمیشہ بغیر کسی سیاسی تفریق کے سیاست میں حصہ لیا ہے۔اور اسی جذبہ کو برقرار رکھنا ہے کہ اسی میں علماء کی کامیابی ہے۔جو علماء کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کرتا۔مرحوم اس کی حوصلہ شکنی فرماتے۔ مولاناؒ کی حیات تک کسی قسم کی تفریق نہ تھی اور انشاء اللہ آئندہ بھی علماء چھچھ اس فضا کو قائم رکھیں گے۔مولانا مرحوم کا مولانا سمیع الحق سے خاص تعلق تھا۔ان کے بروقت سیاسی گرفت کو تحسین کی نگاہوں سے دیکھتے۔ختم بخاری شریف کی تقریب میں مولانا کو ضرور دعوت دیتے۔اور مولانا بھی باوجود مشغولیت کے اس میں شرکت فرماتے۔

مولانا مرحوم کے بڑے دو صاحبزادگان مولانا محمد رضوان اور مولانا ضیاء الحق عالم باعمل اور کامیاب مدرس وخطیب ہیں اور اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر رواں دواں ہیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے والد صاحبؒ کا صحیح جانشین بنائے۔اور ان کے برکات سے ان سب کو مالا مال فرمائے۔

مولانا مرحوم علاج معالجہ میں بڑے وسیع القلب تھے جو بھی کوئی دوائی دیتا۔مرحوم اس کا استعمال شروع فرمادیتے۔متعلقین اپنا اخلاص ظاہر کرتے۔مولانا ان کی دلجوئی کرتے ہوئے نہ صرف قبول کرتے بلکہ استعمال شروع کردیتے۔آپ کی جیبیں مختلف دوائیوں سے بھری رہتیں۔ڈاکٹروں میں حضرو کے ڈاکٹر محمد اشرف بٹ صاحب نے بڑے اخلاص سے علاج کیا' یہ علماء سے عقیدت کا ثمرہ تھا' موصوف کے ہسپتال ہی میں انتقال ہوا۔

بتاریخ ۳۰ مارچ ۲۰۰۱ء آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔راولپنڈی واہ فیکٹری اٹک اور حضرو کے مختلف ہسپتالوں میں علاج ہوتا رہا۔بالاخر بتاریخ ۱۰ شعبان ۱۴۲۳ھ بروز جمعرات نماز صبح کے وقت ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۲ کو حضرت مرحوم کا وصال ہوا اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔دعا ہے کہ اس پیکر صدق وصفا' سراپائے وقار و تمکنت' مجسمہ ورع و تقویٰ' مخزن علم وعمل جامع کمالات بزرگ کی روح پاکیزہ ابر رحمت کے فیض قدس سے ہمیشہ سرشار وشاداب رہے اور ان کی قبر مبارک آفتاب کرم کی ضوفشانیوں سے ہمیشہ بقعہ نور بنی رہی۔آبائی گاؤں گڑھی افغان میں تدفین عمل میں آئی۔علماء صلحاء وطلباء اور دیندار حضرات کا جنازہ میں عظیم اجتماع تھا۔

اللهم اغفرله وارحمه واكرم نزله' ووسع مدخله' وارزقه دارا خيرا من داره وجارا خيرا من جاره آمين يا رب العالمين

لیفٹننٹ کرنل محمد اعظم ریٹائرڈ

شیر شاہ سوری

برصغیر کا پٹھان حکمران جس کا عرصہ حکومت بہت مختصر تھا' تاریخ کی ان ممتاز ہستیوں میں سے ایک ہے' جس کے ساتھ تاریخ نے انصاف نہیں کیا۔ اس کی کئی وجوہ ہیں ایک اہم وجہ یہ ہے کہ اس کی وفات کے دس سال کے اندر اس کا خاندان نیست و نابود ہو گیا' بلکہ عنانِ حکومت اس کے قبیلے سے نکل کر مغلوں کے ہاتھ میں پہنچی' جو صدیوں تک برصغیر میں برسر اقتدار رہے اور تمام سوانح نگار جنہوں نے شیر شاہ کے بارے میں لکھا مغلوں کے دربار سے متعلق تھے اور وہ بوجوہ مغلوں کا تختہ الٹنے والے کے متعلق حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے رہے اور اس کے سات انصاف نہیں کیا۔ تیسری اور اہم وجہ بعد کے سوانح نگار ہندو یا انگریز تھے جنہوں نے جان بوجھ کر اس عظیم حکمران سے متعلق فارسی میں موجود کتابوں کا ترجمہ ایمانداری اور دیانتداری سے نہیں کیا۔ جس سے ثابت ہو سکے کہ شیر شاہ سوری ایک بہترین منتظم اور فن حرب میں غیر معمولی ذہانت رکھتا تھا۔

آج ہم گرینڈ ٹرنک روڈ سے سفر کرتے ہوئے پشاور سے لاہور نہ صرف بآسانی پہنچ جاتے ہیں بلکہ اگر ہم پڑوسی ملک بھارت کی سرحد پار کر کے اس سڑک پر جو کہ آج سے چار سو سال پہلے تعمیر کی گئی تھی اپنا سفر جاری رکھیں تو ہم نہ صرف دہلی پہنچ جائیں گے بلکہ اس سے آگے بنگال تک بغیر دقت کے جا سکتے ہیں۔ یہ سڑک ایک ایسے مسلم حکمران کا کارنامہ ہے جو زیادہ عرصہ حکمران نہیں رہا۔ بلکہ ان چند سالوں میں وہ جنگ و جدل میں بھی مصروف رہا۔

گرینڈ ٹرنک روڈ کے علاوہ' شیر شاہ سوری نے ہندوستان کو ایسا مال گزاری کا نظام دیا جو آج تک ویسے کا ویسا رائج ہے۔ ریونیو کا یہی نظام مغلوں کے عہد میں بھی رائج رہا' مغلوں کے بعد سکھ' درانی اور انگریز اس میں کوئی تبدیلی نہ لا سکے۔ بلکہ یہاں تک کہ بعض الفاظ مثلاً خسرہ' کھتونی وغیرہ کا متبادل نہیں پیش کر سکے' محکمہ مال میں جو خاص اصطلاحات شیر شاہ سوری کے زمانے میں رائج ہوئیں یہ برصغیر میں آج تک رائج ہیں۔ شیر شاہ کی انتظامی صلاحیتوں کا اندازہ اس کے بندوبست اراضی سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔ بندوبست اراضی کا یہ تجربہ اس نے اپنے باپ کی جاگیر جو بہار میں دو پرگنوں پر مشتمل تھی کے انتظام کے دوران حاصل کیا تھا۔

شیر شاہ سوری ایک بہادر اور طاقتور حاکم تھا۔ جو کہ اپنی ہمت سے برصغیر کے شہنشاہ کے عہدے تک پہنچا۔ وہ قانون شکنوں کے خلاف سخت گیر مگر ضرورتمندوں اور کمزوروں کے لئے ہمدردی اور محبت کا پتلا تھا۔ برصغیر کی تاریخ میں

وہ ایک خودساختہ شخص کی بہترین مثال ہے۔

شیر شاہ سوری جس کا اپنا نام فرید خان تھا' روہ کے پٹھان قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ شیر شاہ سوری کا آبائی وطن جہاں پٹھان قبیلے آج کل بھی آباد ہیں کوہ سلیمان کی ترائیوں میں روہ کا علاقہ ہے۔ صوبہ سرحد وافغانستان کا یہ پہاڑی سلسلہ پٹھان یا قدیم پختون علاقہ کی ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے جو شمال میں کشمیر سے لے کر جنوب میں بلوچستان تک اور مغرب میں غزنی کی پہاڑیوں سے لے کر مشرق میں دریائے سندھ تک پھیلا ہوا ہے۔

قدرت نے اس علاقہ کو ایک ایسی بہادر قوم کا گہوارہ بنایا ہے جو کہ ابتدائے آفرینش سے اپنے سے قوی تر دشمنوں کا مقابلہ کرتی رہی ہے۔ زمانہ قدیم سے روہ کا علاقہ کسی بزدل قوم کا مسکن نہیں رہا۔ روہ کے لوگ مخصوص عادات رکھتے ہیں۔ وہ ایک ایک غلام کی طرح اپنی روزی کیلئے کڑی محنت کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ خونریزی اور کشت وخون سے روزی پیدا کرنا اس کیلئے آسان تر' اور باعث فخر ہے حکومت برطانیہ کی کڑی نگرانی کے دور میں بھی ان کیلئے پشاور کے بازار سے کسی متمول تاجر کو پکڑ لانا ایسا ہی آسان تھا جیسے کسی بھیڑیئے کا کسی میمنے کو اٹھا لانا...... پٹھان کیلئے جنگ وجدل ایک تفریح کا مشغلہ ہے' باہمی نزاع میں وہ ایک کھلاڑی کی مانند لڑتا ہے۔ زمانہ قدیم سے پٹھانوں کی زندگی خانہ بدوش رہی ہے اور اس کی اس خصوصیت کو قافلوں کی تجارت اور مشرق کی جانب سندھ کے میدان اور اس کے پار قبیلوں کی ہجرت نے زندہ رکھا۔ حکومت نام کی کسی شے سے پٹھان قبیلوں کا کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔ آج بھی حکومت نام کی کوئی شے اس کے وطن میں نہیں ہے۔ تاہم اس بہادر اور سادہ لوح قوم نے اپنے لئے ایک ایسا آئین بنا رکھا ہے جس کی مثال دنیا کی شاید ہی کوئی دوسری قوم پیش کر سکے۔ اس کا آئین ابتداء سے آج تک غیر تحریری ہے جو پشت در پشت کے رسم و ارواج پر مبنی ہے' اس آئین کی امتیازی خصوصیت مساوات اور انصاف پسندی ہے' ان کی زبان میں اسے ''پختون ولی'' کہتے ہیں۔ روہ کے علاقہ میں کوئی بھی مطلق العنان حکمران نہیں ہوا۔ وہاں کبھی کوئی موروثی مرکزی حکومت قائم ہوئی۔ بیرونی حملہ آوروں کے بغیر ان پر کوئی بھی تلوار کے زور پر اپنا سکہ نہیں جما سکا۔ پٹھانوں میں نظام حکومت کی پہلی سیڑھی قبیلہ کا سردار ہوتا ہے اور وہ آگے چل کر وفاقی حکومت میں مبدل ہو جاتا ہے۔ اس وفاقی حکومت کا صدر ایک منتخب ملک ہوتا ہے۔ جو دوران جنگ سپہ سالار ہوتا ہے اور دوران امن ان کے قومی جرگہ کا صدر۔ اگر جرگہ کی میٹنگ کسی سیاسی مسئلہ پر غور کرنے یا باہمی نزاع ونفاق کو دور کرنے کے لئے منعقد کی جاتی ہے' پٹھان اپنی جائیداد پر کسی قسم کا ٹیکس ادا نہیں کرتا اور نہ اپنے کنبہ کے سربراہ وپیر کے علاوہ کسی کا حکم ماننے کا روادار ہوتا ہے' پٹھان کسی سیاسی یا سماجی اکائی کا فرد نہیں بلکہ کنبہ ہوتا ہے۔ قرون وسطیٰ میں پٹھان معاشرے میں طبقے تو ہوتے تھے مگر ان میں ذات پات کا امتیاز نہ تھا ان میں عام طور پر تین طبقے تھے جو سماجی فوقیت کے اعتبار سے شریف' موالی اور غلام کے نام سے جانے جاتے تھے۔ شریف آزاد افغان تھے موالی ان کے ماتحت کام کرنے والے اور غلام کا درجہ خدمتگار کا تھا۔

روہ کے خطہ سے ہجرت کا جو سلسلہ زمانہ قدیم میں انڈو آرین لوگوں کی آمد سے شروع ہوا تھا مسلسل ۱۸ ویں صدی تک جاری رہا جس کے نتیجے کے طور پر روہیلکھنڈ اور اس کے قرب و جوار میں بنگش' آفریدی اور یوسف زئیوں کی بستیاں آباد ہو گئیں۔ قرون وسطیٰ میں برصغیر میں پٹھانوں کی آمد نے اسلام کے قالب میں ایک نئی روح پھونک دی۔ ہماری تاریخ کی ابتداء پندرھویں صدی کے آخر نصف دور میں شروع ہوتی ہے جبکہ روہ کے پٹھان یکے بعد دیگرے ہندوستان کی جانب ہجرت کر رہے تھے۔ اور دہلی میں سلطان' بہلول' لودھی نے پٹھان سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی۔

اسی بہلول لودھی کے عہد حکومت میں فرید خان عرف شیر شاہ کے مورثوں نے روہ کے علاقے سے ہندوستان کی جانب ہجرت کی اور یہی وہ فرید خان ہے جس نے آگے چل کر دوسری بار ہندوستان میں پٹھان حکومت قائم کی جو کہ چند روزہ ثابت ہوئی۔...... شیر شاہ سوری کا مورث اعلیٰ ابراہیم سوری کا علاقہ کوہ سلیمان کی ترائیوں میں ویدک زمانہ کی گومل ندی کے کنارے غزنی اور چمن کے درمیانی واقع علاقے میں ایک چھوٹی سی بستی میں رہنے والی غلزئی قوم سے تعلق رکھتا تھا' دریائے گومل کے کنارے چھ سات میل ایک لمبی پٹی ہے جہاں ابراہیم سوری کا مکان تھا' ابراہیم سوری روہ کا ایک گمنام افغان تھا' جو ضعیف العمری میں اپنے بیٹے حسن کے اصرار پر عازم ہجرت ہوا۔ یہ زمانہ غالباً 1482 کا تھا اسوقت تک افغان مہاجرین کی ایک کثیر تعداد ہندوستان آچکی تھی۔ ہندوستان وارد ہونے کے بعد ابراہیم سب سے پہلے اپنے ایک دور کے رشتہ دار کے ہاں قیام پذیر ہوا اپنے میزبان صورت خان سوری کے ہاں مختصر عرصے تک قیام کرنے کے بعد اور ابراہیم سوری ایک اور سوری سردار داؤد کے ہاں ہریانہ چلا آیا جس سے مایوس ہو کر جلد ہی وہ جمال خان سارنگ خانی کے پاس حصار چلا آیا' جمال خان نے پرگنہ نارنول میں چند گاؤں ابراہیم کو بطور قطع دیئے۔ اسطرح ابراہیم کا بیٹا حسن سوری نارنول میں 40 گھوڑوں کا سردار بن گیا' نارنول لودھی سلطنت کے جنوب مغرب میں راجپوت ریاستوں کی سرحد پر واقع تھا۔ بالآخر ابراہیم نے اس قصبے میں بود و باش اختیار کر لی۔ شیر شاہ سوری کے سوانح نگاروں کے بیانات اس کی پیدائش کے بارے میں متضاد ہیں لیکن اندازاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ شیر شاہ سوری بہلول کی تخت نشینی 1452 اور 1489 کے عرصے کے درمیان پیدا ہوا۔ اور اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فرید کی ولادت بہلول لودھی کی وفات سے تین سال پہلے 1486 میں ہوئی۔ تاریخ کی طرح فرید خان کی جائے پیدائش میں بھی اختلاف ہے' ایک سوانح نگار کے مطابق فرید خان حصار میں نہیں بلکہ نارنول میں پیدا ہوا۔ اس زمانے میں حسن کی جاگیر سہسرام حاجی پور اور ٹانڈہ میں تھی جو کہ بہار میں تھا۔ جہاں اسے 500 گھوڑوں کا دستہ رکھنے کا منصب دیا گیا تھا۔ اپنی ابتدائی زندگی میں شیر شاہ کچھ زیادہ مطمئن اور خوش و خرم نوجوان نہیں تھا۔ اس کے والد حسن خان کی متعدد بیویاں تھیں جن سے اس کے آٹھ بیٹے تھے۔ سب سے چھوٹا سلیمان خان تھا جس کی ماں خوبصورت ہندو زرگر عورت تھی۔ اور جس کی وجہ سے حسن کا گھر سازشوں کا اکھاڑہ بنا ہوا تھا وہ چاہتی تھی کہ حسن سلیمان کو اپنا وارث مقرر کر کے ساری جاگیر اس کے نام

کر دے، فرید کی روز افزوں شہرت نے سلیمان کی ماں کے دل میں حسد پیدا کر دیا تھا لہذا آہستہ آہستہ حسن کے رویہ میں تبدیلی آتی گئی اور حسن نے فرید کے انتظام میں نکتہ چینی شروع کر دی۔ اس رویے سے دل برداشتہ ہو کر فرید نے جاگیر کے انتظام میں دلچسپی لینا بند کر دیا اور اس عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ اپنے عہدے سے مستعفی ہو کر فرید خان نے روزی کی تلاش میں سہسرام چھوڑ کر آگرہ جانے کا ارادہ کیا۔ حسن کے عزیز و اقارب کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ اکٹھے ہو کر حسن کے پاس آئے اور اس کو سخت لعنت ملامت کی کہ وہ ایک کنیز بیگم کے کہنے پر اپنے لائق اور ہونہار لڑکے کو گھر سے نکال رہا ہے۔ خصوصاً ایسے وقت میں جب کہ سلطنت میں ہر چہار طرف بدامنی ہے۔

فرید نے 522 میں اپنے والد کا گھر چھوڑ دیا۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً 36 سال تھی اس نے اپنے بیوی بچوں کو بھائی کے سپرد کر دیا اور تنِ تنہا کانپور کے راستہ آگرہ کے لئے روانہ ہو گیا۔

سہسرام سے شیر خان سلطان جنید برلاس کی خدمت میں آگرہ گیا اور اس کی وساطت سے بابر کے دربار میں پیش ہوا۔ اس نے چندیری کے محاصرہ میں شرکت کی اور کچھ مدت تک مغلوں کی فوج کے ساتھ رہ کر طریقہء جنگ و نظامت سیکھے۔ ایک روز ایک دعوت میں بابر کی موجودگی میں شیر خان کو چینی کی طشتری میں مچھلی کھانے کو دی گئی، شیر شاہ اس کے کھانے سے ناواقف تھا اس نے فوراً اس کو اپنے خنجر سے کاٹا اور کھانے لگا بابر یہ سب دیکھ رہا تھا اس نے اپنے وزیر کی توجہ اس طرف دلائی اور کہا اس نے بہت سے عالی مرتبہ اور بہادر افغان دیکھے ہیں مگر کسی اور افغان نے اس کو متاثر نہیں کیا۔ اس نے اپنے وزیر کو یہ بھی تاکید کی کہ وہ اس پر نظر رکھے۔ اس واقعہ کی صحت مشکوک ہے کیونکہ کسی اور وقائع نگار نے اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی تصدیق کی ہے شیر شاہ آگرہ سے واپس سہسرام آیا اور سلطان محمود لوہانی کے ہاں ملازم ہو گیا۔ بہار اس وقت سلطان محمود شاہ لوہانی کے زیر تسلط تھا۔ اوائل 1528ء میں ہی سلطان محمود شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور بابر مشرقی صوبوں کی مہم سے واپس لوٹا تو شیر خان کو اس کی جاگیر اور عہدہ واپس مل گیا اور وہ مغلوں کا حامی اور معتمد سمجھا جانے لگا۔ دوسری طرف افغان سردار اور لیڈر مغلوں سے دہلی سلطنت چھیننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ افغانوں کے ساتھ ہمایوں کا معرکہ جونپور اور لکھنو کے قرب و جوار میں ہوا، جس میں شیر شاہ اپنی جاگیر کے قلعہ میں رہا اور اس نے افغان سرداروں کے ساتھ جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا۔ افغانوں کو دوراہا کے مقام پر مکمل شکست ہوئی جو کہ پانی پت کے بعد ان کی دوسری بڑی شکست تھی، شیر خان تنہا ایسا افغان سردار تھا جس نے مغلوں کے ساتھ شروع سے رواداری اور وفاداری کا سلوک کیا تھا اور اگر ہمایوں مصلحت سے کام لیتا اور شیر خان کے ساتھ مزاحمت کا راستہ اختیار نہ کرتا تو شیر خان ہمیشہ کے لئے مغلوں کا فرمانبردار دوست بن جاتا۔ یہ غلطی ہمایوں نے چنار اور جونپور کے علاقے کا محاصرہ کر کے کی جس کا اثر براہ راست شیر شاہ پر پڑا۔ ہمایوں چنار اور جونپور کے محاصرہ میں ناکام رہا تھا۔ فتح اور کامرانی اور نیک افعال کے درمیان شیر کی دفعتاً وفات ایک حکمران کی حیثیت سے اس کے کردار کے اوصاف کی وجہ سے اس کی

ذات کے چاروں طرف ایک ایسا ہالہ بن گیا تھا جو اپنے کام کو ادھورا چھوڑ کر جا رہا ہو۔ شیر شاہ سوری سولہویں صدی کا طوفانی انسان تھا' فتح و ظفر کی لہریں ایک کے بعد ایک اسے اوپر اٹھا رہی تھیں کہ مئی 1545ء میں مرگِ ناگہانی نے اسے آلیا۔ بہ فرض محال اگر وہ دس سال اور زندہ رہتا تو شاید وہ واقعتاً ایسا مستحکم نظام حکومت بنالیتا کہ اکبر کو آئندہ دس سال تک کچھ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی' شیر شاہ نے محض 5 سال حکومت کی لیکن اتنے ہی قلیل عرصہ میں اس نے اپنے نئے قرون وسطٰی کی تاریخ میں ایک ممتاز مقام بنالیا' جو اکبر اعظم کے بعد اگر کسی کو قابل حکمران تسلیم کیا جاتا ہے تو وہ شیر شاہ ہی ہے' تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ کہ اس کی 5 سالہ حکومت کی اہمیت اکبر کی 50 سالہ حکومت سے کسی طرح کم نہ تھی۔

نیاب کی فتح کے بعد شیر شاہ کو اپنی سرحدوں پر دھیان دینا لازمی ہوگیا تھا۔ کوہستان نمک اور گھکھڑوں سے نپٹ کر شیر شاہ سوری نے کشمیر کی طرف توجہ کی۔ جس کے بعد ملتان کو فتح کرتا ہوا شیر شاہ سندھ کی طرف متوجہ ہوا' بنگال ج ہندوستان کی تاریخ کی ابتداء میں سے ہے ایک پیچیدہ مسئلہ رہا ہے اس کا اطلاق ہندو زمانہ تاریخ پر بھی ہوتا ہے' جتنا زمانہ وسطٰی کی تاریخ پر' شیر شاہ نے جنوری 1540ء میں ظفر خان کو بنگال کا گورنر مقرر کیا۔ جو کہ جلد ہی خود مختاری کے خواب دیکھنے لگا تھا اس کی خبر شیر شاہ کو بھی ہوگئی تو وہ خود جون 1540ء میں بنگال کے لئے روانہ ہوگیا۔ بنگال میں یورش ختم کرنے کے بعد شیر شاہ نے مال گزاری کا بندوبست ختم کر کے بنگال میں متعدد مشہور سڑکیں بنائیں۔ اور تجارت منظم کی۔ شیر شاہ نے افغانوں کو بنگال میں آباد کر کے بنگال کو افغانوں کا دوسرا وطن بنایا۔ بنگال سے فارغ ہو کر شیر خان نے فروری 1542ء میں مالوہ کو فتح کیا جسکے بعد ریگستان راجپوتانہ کی راجپوت ریاستیں زیر نگیں لائی گئیں جس کے بعد میواڑ اور گجرات کو توجہ دی گئی۔ ہمایوں کی راہ فرار مارواڑ کے راستے تھی وہ اس خیال سے اس طرف آیا تھا کہ راجپوتوں سے اسے کچھ مدد مل جائے گی اور اگر قسمت نے یاوری نہ کی تو وہ قندھار جا کر اپنے بھائیوں عسکری اور ہندال سے مدد مانگے گا۔ مگر راستے میں مشکلات کے باعث اس نے روہڑی سے جسلمیر جودھپور کا راستہ اختیار کیا' جو کہ دشوار گزار اور مشکل تھا' دوسرے مارواڑ کا راجہ مالدیو بھی مخالفانہ سازشوں میں شامل ہوتا نظر آ رہا تھا جو کہ وہ یہ سب شیر شاہ کے ڈر سے کر رہا تھا۔

مسلم سلاطین کا دور جو غزنویوں' خلجیوں' تغلق' غوری اور لودھیوں کے عہد حکومت اور فتوحات پر مشتمل تھا۔ بابر کے ہاتھوں ابراہیم لودھی کی پانی پت کے میدان پر شکست 1526ء کے بعد ختم ہوگیا جس کے بعد چھوٹے افغان سردار جو کہ صوبوں کے حکمران تھے' مغلوں کے سامنے بے بس تھے' افغانوں کا پہلا دور جو کہ 1526ء میں لودھیوں کی شکست کے ساتھ ختم ہوگیا تھا۔ شیر شاہ سوری کی ہمایوں پر فتح کے بعد شیر شاہ سوری کی تاجپوشی کے بعد افغان حکمرانی کا دوسرا دور گردانا جاتا ہے جو کہ مختصر تھا' مگر تاریخ برصغیر پر اس دور کے دوررس نتائج مرتب ہوئے کیونکہ اپنے مختصر عہد حکومت میں شیر شاہ جو انتظامی ادارے قائم اور اصلاحات نافذ کر گیا تھا ان کی وجہ سے مغل کئی صدیوں تک برصغیر پر حکمرانی کرتے رہے اور شیر شاہ کی اصلاحات نے انکو استحکام بخشا۔ شیر شاہ زود فہم' زیرک' ذہین اور بالغ نظر

حکمران تھا جس نے مغلوں کے قریب رہ کر ان کی عادات واطوار اور ان کے فن حرب کا تفصیل سے مطالعہ کیا۔ گو وہ سب افغانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا' مگر پھر بھی اس نے مغلوں کیخلاف انہیں اکٹھا ضرور کیا اور ابراہیم لودھی کی شکست کا بدلہ بابر کے بیٹے ہمایوں سے لیا اور اسطرح بظاہر مغلوں کا تقریباً خاتمہ کر دیا گیا۔

شیر شاہ سوری کی ساری زندگی کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایک مردم شناس اور معاملہ فہم آدمی تھا' وہ اپنے زمانے کے افغان سرداروں سے بالکل مختلف تھا۔ شیر شاہ سوری نہ مال وزر کا دلدادہ تھا نہ عیش ونشاط میں کسی قسم کی دلچسپی رکھتا تھا' ہمایوں کی شکست کے بعد مغلوں کے حرم کی خواتین کی بصد احترام آگرہ واپسی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شریف النفس فاتح تھا اور مفتوحین اور خواتین کے ساتھ برتاؤ کیلئے اس نے سخت ترین احکامات جو اپنی فوج کو دے رکھے تھے ان پر عمل درآمد کرانے کیلئے بھی سختی برتتا تھا۔ شیر شاہ پڑھا لکھا عالم آدمی تھا اور بچپن میں تحصیل علم کیلئے مختلف مکاتب ومدارس میں جید عالموں کے زیر تعلیم رہا تھا۔...... بابر کی وفات دسمبر 1530ء میں ہوئی جب کہ شیر شاہ کو صرف 4 سال کا وقت ملا جو کہ زیادہ تر جنگ وجدل میں گزرا' ہمایوں کو بابر سے ایک بدنظم سلطنت وراثت میں ملی جبکہ وہ بابر جیسی خصوصیات نہیں رکھتا تھا۔ اور اس وقت اسکے دشمن سلطنت کے اندر اور باہر گھات لگائے بیٹھے تھے' دوسرے اسکا اپنے بھائی اس کیخلاف سازشوں میں مصروف تھے' بابر نے افغان سرداروں کیخلاف کئی بار فوج کشی کی مگر کوئی دیرپا اثر نہ ہوا۔

1530ء کا سال شیر خان کے لئے عروج کا سال تھا۔ جب کہ افغان سردار تاج خان سروانی کی لاولد بیوہ لاڈ ملکہ اپنی بے پناہ مال دولت اور چنار کے قلعے کے ساتھ اپنی خوشی اور خواہش سے شیر شاہ کے عقد میں آ گئی۔ اسی سال غازی پور کے افغان سردان ناصر خان لوہانی کی لاولد ہندو بیوی گوہر گوسائیں اپنی بے پناہ مال ومتاع کے ساتھ شیر شاہ کے نکاح میں آ گئی۔ قیام چنار کے دوران پرگنہ چنار کی جاگیر بھی شیر شاہ کے ہاتھ آئی' چنار کے قلعہ کی فوجی اہمیت کے پیش نظر ہمایوں نے چنار کا قلعہ شیر خان سے مانگا جو اس نے دینے میں پس وپیش کی۔ اس پر ہمایوں نے ناراض ہو کر چنار کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ ہمایوں کی پالیسی میں کوتاہ نظری اور عاقبت نا اندیشی کی جھلک پائی جاتی ہے۔

ایک مورخ کے الفاظ میں شیر خان ہی تنہا ایسا افغان سردار تھا جس نے شروع سے مغلوں کے ساتھ رواداری اور وفاداری کا سلوک کیا تھا۔ اور اگر احسان فراموش ہمایوں مصلحت سے کام لیتا اور شیر خان کے ساتھ مزاحمت نہ کرتا تو اغلب ہے کہ شیر خان ہمیشہ کیلئے مغلوں کا دوست بن جاتا۔

چتوڑ کا قلعہ فتح کرنے کے بعد شیر شاہ سوری کا اگلا ہدف کالنجر کا قلعہ تھا' جو کہ بندھیل کھنڈ میں واقع ہے' کالنجر میں شیر شاہ کا باغی راجہ بیر سنگھ دیو بندھیلی نے وہاں کے راجہ کے پاس پناہ لی ہوئی تھی' چونکہ کالنجر کے قلعہ تک کا راستہ مشکل اور دشوار گزار تھا۔ اس لئے شیر شاہ کا منصوبہ یہ تھا کہ قلعہ تک زمین دوز پوشیدہ راستہ بنایا جائے۔ جب شیر شاہ کے فوجی دستے راستے کی تعمیر میں مصروف ہوتے۔ شیر شاہ خود بھی کام کے معائنہ کے لئے چلا آتا۔ ایسے ہی ایک موقع پر

شیر شاہ نے قلعے کی دیوار کو پھاڑنے کے لئے اپنے توپچیوں کو ایک بڑا راکٹ تیار کرنے کا حکم دیا۔ یہ راکٹ کسی غلطی کی وجہ سے وقت سے پہلے پھٹ گیا اور سارے توپچی اور دوسرے لوگ جن میں شیر شاہ بھی کھڑا تھا اس دھماکہ کی زد میں آ گیا۔ مٹی اور غبار کے بیٹھنے کے بعد تمام فوجیوں کی لاشیں جو ٹکڑیوں کی صورت میں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں، اکٹھی کی گئیں۔ شیر شاہ کی صرف ایک ٹانگ جو کہ اس کے جوتوں سے شناخت ہو سکی مل گئی۔ یہ واقعہ 23 مئی 1545ء کا ہے

گوشت کے متفرق ٹکڑے اکٹھے کر کے سہسرام کے نزدیک ایک جھیل کو خشک کر کے شیر شاہ کا مزار تعمیر کیا گیا اور مزار کی کرسی کو زمین سے 30 فٹ بلند رکھا گیا اور وہیں شیر شاہ کو دفن کیا گیا۔ برصغیر کے اس عظیم حکمران اور فاتح کا یہ آخری معرکہ تھا جس میں وہ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گیا۔

شیر شاہ سوری کا عہد اور اس کی زندگی کا زمانہ انتشار اور افراتفری کے پیچ در پیچ واقعات کا ایسا الجھا ہوا مانا جاتا ہے جس میں سے صحیح حقائق نکال کر لانا بے حد مشکل اور صبر آزما کام ہے، ویسے 16 ویں صدی برصغیر میں انتشار کا زمانہ تھا، اس وقت برہمنی سماج کی پرانی قدریں دم توڑ رہی تھیں اور شمال مغرب سے مسلم حملہ آوروں کیساتھ علماء اور مشائخ کی آمد کی وجہ سے اسلامی تعلیمات کی روشنی سے برصغیر میں جہانِ نو پیدا ہو رہا تھا خود شیر شاہ سوری اسی ترقی پسند دور کی پیداوار تھے۔

علمأ، خطبأ، طلبأ اور عام مسلمانوں کیلئے عظیم الشان **خوشخبری**

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے خطبات وافادات کا عظیم الشان مجموعہ علم وحکمت،

دعوات حق (مکمل دو جلدوں میں)

مرتبہ **مولانا سمیع الحق** مدظلہ، مہتمم دارالعلوم حقانیہ

نایاب ہونے کے بعد اب سہ بارہ شائع ہوگئی ہے۔ آج ہی حاصل کیجئے ورنہ اسکی نایابی پر ایک بار پھر افسوس کرنا پڑیگا

دعواتِ حق: ایک ایسا گنجینہ جسے اہل علم خطبأ واعظین اور تعلیم یافتہ طبقہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور قومی وملی پریس نے سراہا۔ جو ہر خطیب واعظ مقرر کیلئے پکی پکائی روٹی کا کام دیتا ہے جو رشد وہدایت احسان وسلوک کے متلاشیوں کیلئے شیخ کامل کا کام دیتا ہے

دعواتِ حق: دین شریعت اخلاق ومعاشرت علم وعمل عروج وزوال نبوت ورسالت شریعت وطریقت کے ہر ہر پہلو کو سمیٹے ہوئے ہے۔

دعواتِ حق: شیخ الحدیث محدث ومجاہد کبیر مولانا عبدالحقؒ کی عام فہم اور دردسوز میں ڈوبی ہوئی گفتگو اور خطابت کا ایسا مجموعہ ہے جو دلوں میں اتر کر یقین کو بیدار کر کے اصلاحی وایمانی انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ فصلاً علمأ طلبأ اور اہل مدارس کیلئے خاص رعایت ہوگی

صفحات جلد اول: ۶۷۲...... قیمت ۲۱۰/- روپے، صفحات جلد دوم: ۵۰۲...... قیمت: ۱۶۵/- روپے

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ضلع نوشہرہ، پشاور

ڈاکٹر قاری محمد طاہر

قرآن مجید کی آیات ورکوعات

قرآن حکیم کے اعجاز کا ایک پہلو یہ ہے کہ یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جس کے حروف سے لے کر کتابت تک ایک ایک چیز کو محفوظ کرنے اور محفوظ رکھنے میں مستقل جماعتوں نے کام کیا۔ کاتبوں نے رسم الخط کی حفاظت کی۔ قاری حضرات نے طرز ادا اور طرز تلاوت کی حفاظت کی، حافظوں نے الفاظ اور عبارت کی حفاظت کی۔ اسی طرح اعداد و شمار کے حوالے سے بھی لوگوں نے بڑی خدمت کی اور ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف کو حتیٰ کہ بعض نے زیر زبر تک کو شمار کیا ہے۔

یہ ساری بات تو بالکل واضح ہے کہ الفاظ قرآن پر زیر زبر پیش اور دیگر حرکات وسکنات وغیرہ بہت بعد میں لگائے گئے تاکہ غیر عرب لوگوں کو پڑھنے میں آسانی ہوسکے۔ اسی طرح حروف پر نقطے بھی بعد ہی میں لگائے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ حرکات وسکنات اور نقطوں کا انداز ہر علاقے کا مختلف ہے۔ مثلاً سعودی عرب میں جزم کی علامت ہ ہے جبکہ برصغیر میں جزم کی علامت ' ہے۔ یہی کیفیت نقطوں کی ہے۔ مثلاً ق پر برصغیر میں دو نقطے ڈالے جاتے ہیں لیکن افریقی ممالک میں ق کے اوپر دو نقطوں کی بجائے ایک نقطہ لکھا جاتا ہے یعنی ڦ مزید وضاحت ذیل کی مثال سے سمجھئے:

برصغیر پاک و ہند اور دیگر عربی علاقوں میں لفظ قرآن، اس طرح لکھا جاتا ہے "قران" جبکہ افریقی ممالک میں یہی لفظ اس طرح لکھا جائے گا، ڨران لکھا جائے گا۔ اس لئے زیر زبر یا پیش وغیرہ کے اعداد وشمار مختلف ہوتے ہیں۔ کچھ ملتی جلتی صورت حال آیات کی بھی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے قرآن حکیم کی تلاوت کے دوران مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر وقف کیا۔ جو صحابہ کرام اس وقت میں موجود تھے انہوں نے اس مقام کو آیت قرار دے دیا۔ اس طرح آیات کی تعداد مختلف علاقوں میں مختلف ہوگئی۔ چنانچہ اہل مدینہ کی تحقیق کے مطابق آیات کی تعداد ۶۲۰۴ ہے۔ اہل شام ...... ۶۲۶۲۔ اہل مکہ کی تحقیق کے مطابق آیات کی تعداد...... ۶۲۱۹۔ اہل بصرہ ...... ۶۲۱۹۔ اہل کوفہ...... ۶۲۳۶

برصغیر میں قرب مکانی کی وجہ سے اثرات کوفہ کے زیادہ ہیں اس لئے برصغیر میں یہی آیات مقرر ہوگئیں۔ اس بات کی مزید تفصیل کے لئے علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی الاتقان فی علوم القرآن سے مزید معلومات اخذ کی جاسکتی ہیں۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اللہ نے نبی آخر الزمان محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔ یہ بات مسلم ہے کہ سارا قرآن

ایک ہی بار نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر نازل ہوتا رہا۔

قرآن مجید کی ۱۱۴ سورتیں تو بلا اختلاف منزل من اللہ ہیں لیکن قرآن مجید کی رکوعات اور پاروں کی تقسیم منزل من اللہ نہیں ہے۔ یہ تقسیم رسول اللہ ﷺ نے بھی نہیں فرمائی بلکہ بعد کے لوگوں نے اپنی ضرورت اور صوابدید کے تحت قائم کی پہلے قرآن مجید کو منازل میں پھر پاروں میں اس کے بعد کوعات میں تقسیم کیا گیا۔ اس کام میں سہولت تلاوت کو مدنظر رکھا گیا ممکن ہے اس کا ایک محرک تلاوت قرآں کے علاوہ تعلیم قرآن بھی ہو۔ رکوعات کے تعین کا کام صحابہ کرامؓ نے بھی سرانجام نہیں دیا۔

صحابہ کرامؓ کے دور کا مطالعہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرات کو قرآن حکیم سے غیر معمولی شغف تھا اور وہ کثرت کے ساتھ تلاوت کلام اللہ کیا کرتے تھے۔ ان حضرات کا معمول عموماً ہفتہ میں ایک بار قرآن مجید کو مکمل کر لینے کا ہوتا تھا۔ لہذا اس مقصد کے لئے انہوں نے قرآن مجید کو سات حصوں میں تقسیم کیا۔ وہ ایک حصہ کو حزب یا منزل کا نام دیتے تھے۔ اسی لئے آج بھی یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی سات منزلیں ہیں۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق حضرت اوسؓ نے کسی صحابیؓ سے پوچھا کہ آپؓ نے قرآن کے کتنے حزب بنا رکھے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک حزب تین سورتوں کا' دوسرا پانچ سورتوں کا' تیسرا سات سورتوں کا' چوتھا نو سورتوں کا' پانچواں گیارہ' چھٹا تیرہ سورتوں جبکہ ساتواں اور آخری حزب مفصل میں سورۃ ق سے لے کر آخر قرآن (البرہان فی علوم القرآن ۱/۲۵)

اس کا مطلب یہ ہے کہ حزب کا لفظ صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں رواج پا چکا تھا جس کا ترجمہ بعد میں منزل کیا گیا۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ یہ سات احزاب منزل من اللہ نہیں تھے بلکہ صحابہ کرامؓ نے اپنی سہولت کے لئے مقرر کئے تھے۔ عین ممکن ہے کہ ان سات احزاب میں بھی یکسانیت نہ ہو۔ ہر صحابیؓ نے تلاوت کی غرض سے اپنے طور پر احزاب کو مقرر کر لیا ہو۔ تاہم یہ بات پوری طرح پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ احزاب کا تعین اللہ تعالیٰ نے یا نبی اکرم ﷺ نے خود نہیں فرمایا۔

لفظ حزب یا احزاب پھر مسلسل مستعمل رہا حتیٰ کہ دور حاضر تک سعودی عرب اور اس کے ملحقہ علاقوں میں تقسیم قرآنی میں یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ احزاب کی ترتیب دور صحابہؓ سے مختلف ہے کیونکہ آج کل جو قرآن کریم سعودی عرب میں اہل عرب کے لئے شائع کئے جاتے ہیں ان میں رکوع وغیرہ نہیں لکھے ہوتے بلکہ حزب کا لفظ ہی لکھا ہوتا ہے۔ ہر پارے میں دو حزب ہوتے ہیں' جبکہ ہر حزب مزید چار حصوں پر مشتمل ہوتا ہے گویا ہر ایک پارے میں آٹھ حصے ہوتے ہیں' رکوع کا لفظ صرف برصغیر میں شائع ہونے والے مصاحف میں ملتا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ رکوع کی علامات برصغیر ہی میں جاری ہوئیں۔ یہ کس نے کیں............؟

اس کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ مولانا تقی عثمانی اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ ''ایک اور علامت جس کا رواج بعد میں ہوا اور آج تک جاری ہے رکوع کی علامت ہے اور اس کی تعیین معنی کے لحاظ سے کی گئی ہے یعنی جہاں ایک سلسلہ کلام ختم ہوا وہاں رکوع کی علامت (حاشیہ پر حرف ''ع'') بنادی گئی احقر کو جستجو کے باوجود مستند طور پر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ رکوع کی ابتدا کس نے اور کس دور میں کی'' (علوم القرآن ۱۹۸)

ہماری دانست میں قرآن مجید میں رکوع کا تعین معنی ومفہوم کے اعتبار سے نہیں کیا گیا بلکہ نماز تراویح میں قرآن مجید کو آخری عشرہ میں تکمیل کرنے کی غرض سے سہولت کے طور پر کیا گیا ہے کہ ایک خاص تعداد میں آیات کو متعین کرلیا اور اس جگہ پہنچ کر رکوع کرلیا گیا۔

رکوع کا لفظ ہی اس بات کی دلیل کے لئے کافی ثبوت ہے۔ البتہ اس جگہ اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ مکی سورتیں بیشتر بہت ہی چھوٹی ہیں جیسے سورۃ الکوثر اور سورہ الاخلاص وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ نماز تراویح میں اتنی چھوٹی سورتوں پر عموماً رکوع نہیں کیا جاتا بلکہ کئی سورتیں ملالی جاتی ہیں۔ تاہم مکمل سورۃ کے حوالے سے ان کو بھی رکوع ہی کے طور پر شمار کیا جانے لگا بہر حال یہ ایک قیاسی بات ہے۔ حتمی ثبوت نہیں ہے کیونکہ اس بارے میں کہیں کوئی نقلی دلیل موجود نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ یہ صورت حال صرف برصغیر کے مصاحف میں ہی ملتی ہے۔ سعودی عرب کے اور دیگر بلاد اسلامیہ کے مصاحف میں نہیں۔ برصغیر میں یہ صورت حال کیسے پیدا ہوئی اس کا ثبوت فتاویٰ عالمگیری جسے فتاوہ ہندیہ بھی کہا جاتا ہے کی ایک عبارت سے ملتا ہے۔

ان المشائخ رحمهم الله جعلوا القرآن على خمس ماة واربعين ركوعاً واعلموا ذالك في المصاحف حتى تحصل النحتم في ليلته السابع و العشرين

(فتاویٰ عالمگیری، فصل التراویح)

مشائخ کرامؒ نے قرآن مجید کو پانچ سو چالیس رکوعات میں تقسیم کیا تاکہ پورا قرآن مجید ستائیسویں شب میں ختم کیا جاسکے۔

اس عبارت سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں:

۱۔ قرآن کریم کے پانچ سو چالیس رکوع مقرر کیئے گئے

۲۔ دوسرے یہ کہ اس دور میں عموماً قرآن مجید کو ستائیسوں شب میں مکمل کرنے کا رواج تھا۔ لیکن موجودہ مصاحف میں رکوعات کی تعداد پانچ سو چالیس نہیں بلکہ پانچ سو اٹھاون ہے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فتاویٰ عالمگیری میں یہ عبارت کیوں ہے۔ ممکن ہے اس دور کے مصاحف میں رکوعات کی تعداد پانچ سو چالیس ہی ہو۔ آخری پندرہ

سورتوں پر رکوعات کے نشان بعد میں لگائے گئے ہوں لیکن امکان کی حد تک یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کے فتویٰ تحریر کرنے والے سے سہو ہوا ہو یا کاتب سے ہوا ہو۔ لیکن کاتب کا سہو تو بعید از امکان ہے کیونکہ عدد تحریر کرنے میں غلطی ممکن ہے' الفاظ تحریر کرنے میں غلطی کا امکان تقریباً معدوم ہو جاتا ہے' پھر یہ بات بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ فتویٰ نویس عموماً تحریر خود لکھا کرتے تھے۔ اس صورت حال میں سہو کاتب تو کامل طور پر خارج از امکان ٹھہرتی ہے' البتہ فتویٰ نویس سے غلطی کا صدور ممکن رہ جاتا ہے۔ اس حوالے سے ایک قوی دلیل یہ ہے کہ فتویٰ نویس نے پورے قرآن کے رکوعات کو شمار کرنے کی بجائے ستائیس کو بیس سے ضرب دے کر عدد نکال لیا۔ جو پانچ سو چالیس بنتا ہے اور یہ لکھ دیا۔

برصغیر میں دور حاضر کے مصاحف میں رکوعات کی تعداد پانچ سو اٹھاون ہے۔ برصغیر پاک و ہند اور دیگر بلاد عربیہ اسلامیہ کے مصاحف میں موجود یہ تفاوت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رکوعات کا تعین نہ تو منزل من اللہ ہے اور نہ ہی یہ تعین توفیقی ہے یعنی رسول اکرم ﷺ کا متعین کردہ نہیں۔ یہ بعد کے لوگوں یا حفاظ کرام نے اپنی سہولت کے پیش نظر کر لیا۔

قریبی زمانے کے ایک عالم مولانا عبدالصمد صارم الازہری اپنی کتاب تاریخ القرآن میں لکھتے ہیں کہ رکوعات کی تعیین بھی حضرت عثمان کے زمانے میں ہو چکی تھی۔ (عبدالصمد صارم الازہری۔ تاریخ القرآن ۱/۸۱)

مولانا عبدالصمد صارم مرحوم نے یہ بات لکھ تو دی لیکن اس کی مستند دلیل کا تذکرہ نہیں کیا۔ تلاش بسیار کے باوجود کسی اور عالم کی تحریر سے بھی ان کی اس بات کی تائید نہیں ملتی۔

ایک قرآن مجید جس کا نام عکسی تجویدی قرآن مجید ہے' معروف استاد ظفر اقبال سیالکوٹی کی کاوشوں سے طبع ہوا جس کے شروع میں انہوں نے علامات ضبط تحریر کیں۔ اس قرآن مجید کی طباعت پیکجز لمیٹڈ لاہور کے اہتمام سے عمل میں آئی۔ اس کی تیاری میں کئی برس صرف ہوئے۔ اس کے آخر میں بڑے مفید اور معلوماتی جدول دیئے گئے ہیں۔

پہلا جدول قرآن مجید کی منازل پر ہے اور سات منزلوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

دوسرا جدول الاجزاء کے عنوان سا ہے جس میں تیس پاروں' ان کے رکوعات' آیات کی تعداد دی گئی ہے۔

اس جدول کے مطابق رکوعات کی تعداد پانچ سو اٹھاون اور آیات چھ ہزار دو سو چھتیس (۶۲۳۲) ہیں۔

اسی کے ذیل میں مصرف سے شائع ہونے والے قرآن مجید جو ۱۳۴۲ھ میں شائع ہوا' سات منازل کا تذکرہ دیا گیا ہے اس کے مطابق بھی آیات قرآنی کی تعداد ۶۳۲۶ اور رکوع ۵۵۸ ہیں جبکہ احزاب ۶۰ بیان کئے گئے ہیں۔ عرب علاقوں میں ہر پارہ دو احزاب پر مشتمل ہے جبکہ ہر حزب کے مزید چار حصے ہیں۔ یہ تقسیم بلاد پاکستان و ہند کے مصاحف میں موجود نہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بلاد عرب اور بلاد پاکستان و ہند اور بنگلہ دیش وغیرہ کے مصاحف میں یہ فرق کیوں ہے کیا اس سا قرآن مجید کی محفوظیت پر فرق نہیں پڑتا......؟

اگر فرق پڑتا ہے تو انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کی صداقت کا کیا مطلب رہ جاتا ہے۔ یہ بات سمجھ لینی چاہیے۔حزب ہوں یا رکوع یا پاروں کی تقسیم یا منازل' ان میں سے کوئی چیز بھی منزل من اللہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ ترتیب توفیقی کا حصہ ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نشاندہی نہیں کی۔ یہ تمام تقسیمیں علاقائی ہیں اور حفاظ و قرأ ایک ذاتی ہیں۔جس میں اپنے اپنے علاقے میں مروج صورت حال کے مطابق سہولت کو مدنظر رکھ کر ترتیب قائم کر لی گئی۔اس لئے ظاہر ہے کہ اس تقسیم سے قرآن مجید کی محفوظیت ذرہ برابر متاثر نہیں ہوتی۔ یہ ایسے ہی ہے جس طرح کوئی استاد کسی شاگرد کو سبق دے اور جہاں تک سبق دیا ہے وہاں نشان لگا دے۔ ظاہر ہے یہ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آج اس جگہ تک سبق دیا گیا۔ اگلے روز اس جگہ سے آگے پڑھایا جائے گا۔رکوعات اور اجزاء یا حزب یا منازل کا تعین بھی تقریباً اسی طرح کی حیثیت رکھتا ہے۔ البتہ قرآن مجید میں موجود ایک سو چودہ سورتوں کا تعین اور ترتیب تلاوت سب کی سب توقیفی ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے خود لگائی ہیں۔ پورے عالم اسلام میں شائع ہونے والے مصاحف میں ان کے اندر کوئی کمی بیشی نہیں ہے نہ ہو سکتی ہے۔

تجویدی قرآن مجید جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس کے آخر میں مزید اہم باتیں اور بھی ہیں یعنی مذکورہ بالا دو جدول کے علاوہ تیسرے جدول میں سورتوں کی ترتیب تلاوت دی گئی ہے۔ چوتھا جدول ترتیب النزول کے عنوان سے ہے جس میں ایک سو چودہ سورتوں کی ترتیب نزولی لکھی گئی ہے۔ ساتھ ہی اس سورۃ کا مکی یا مدنی ہونا بھی واضح کیا گیا ہے۔ پانچواں جدول سورتوں کی ہجائی ترتیب کے حوالے سے ہے۔ان تمام جداول کا ہماری موجودہ بحث سے کوئی تعلق نہیں۔اس ساری بحث سے خلاصہ کے طور پر جو باتیں اخذ کی جا سکتی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ قرآن مجید کی سورتیں ایک سو چودہ ہیں' پارے تیس ہیں اور رکوعات کی تعداد پانچ سو اٹھاون ہے جبکہ آیات کی تعداد برصغیر میں ۶۲۳۶ ہے۔

سورتوں کی تعداد کے علاوہ باقی کوئی چیز نہ تو منزل من اللہ ہے اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح خود تقسیم فرمائی یہ جملہ تقاسیم اکابر قرأ حضرات نے اپنی سہولتوں اور صوابدید کے تحت مقرر کیں۔ واللہ اعلم۔

حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

علم وفضل کی دنیا

ماہنامہ ''الحق'' میں علم وفضل کی دنیا کے عنوان سے ایک مفید اور معلومات افزاء سلسلہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے سحر طراز قلم سے برسوں چلتا رہا۔ بعد میں یہ سلسلہ مصروفیات کے باعث منقطع ہو گیا تھا۔ جبکہ قارئین ''الحق'' کو اس سے کافی فائدہ پہنچ رہا تھا۔ اب قارئین کے پرزور اصرار پر یہ سلسلہ دوبارہ شروع کیا جارہا ہے۔ امید ہے قارئین الحق اس سے محظوظ اور مستفید ہوں گے۔ ....(ادارہ)

تعصب سے اجتناب:

بعض مورخین نے تحریر کیا ہے کہ مولانا غیاث الدینؒ نامی ایک بزرگ گزرے ہیں جو فارس کے رہنے والے تھے۔ وہ بہت ہی عقل مند اور فاضل شخص تھے۔ فن تاریخ اور شاعری سے انہیں طبعی لگاؤ تھا۔ شاعری میں تو وہ مسلم الثبوت استاد تھے۔ مناقب اہل بیت میں ان کے بہت سے قصائد ایران میں مشہور ہیں۔ مولانا غیاث الدین اگرچہ شیعہ مذہب رکھتے تھے لیکن تعصب سے انہیں کوئی کام نہ تھا۔ وہ بہت حق گو اور حق پسند تھے۔ ان کا یہ دستور تھا کہ عصر کے وقت وہ شیراز کے بازار میں بیٹھ کر مرکب دوائیں فروخت کیا کرتے تھے۔ اور اچھے اشعار اور سحر آفریں جملوں اور لطائف سے اپنے خریداروں اور ملنے جلنے والوں کو خوش رکھتے تھے۔

اہل فارس کو ان کی بزرگی حق گوئی اور ان کے اعتقاد پر پورا بھروسہ تھا اور حتی الامکان ان کی پوری تعمیل کرتے تھے ایک دن سلطان ابراہیم نے مولانا غیاث کو طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ موجودہ مذہبوں میں سب سے بہتر اور عمدہ مذہب کون سا ہے؟ مولانا نے جواباً فرمایا بادشاہ ایک گھر کے اندر رہتا ہے اور اس گھر کے بہت سے دروازے ہیں جو شخص جس دروازے سے بھی اندر داخل ہوگا وہ بادشاہ کی زیارت سے محفوظ ہوگا۔ جو شخص بادشاہ سے ملاقات کرنا چاہے اسے سب سے پہلے بادشاہ کی خدمت گزاری اور باریابی کی اہلیت بھی پیدا کرنی چاہیے۔ یہ مسئلہ بعد کا ہے کہ اسے کس دروازے سے بادشاہ کے گھر میں داخل ہونا چاہیے۔

اس کے بعد سلطان ابراہیم نے مولانا سے ایک اور سوال کیا کہ ہر مذہب اور ہر فرقے کے لوگوں میں کون سا طبقہ سب سے بہتر ہے۔ مولانا نے جواب دیا اچھے کردار کا انسان خواہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو خدا کا مقبول بندہ ہوتا ہے۔ بادشاہ کو مولانا کی یہ گفتگو بہت پسند آئی اور انہیں خلعت وانعام سے سرفراز کیا۔ شیخ فرید الدین عطارؒ نے بھی اپنی مثنوی میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (تاریخ فرشتہ جلد سوم)

حیا انسان کی فطرت ہے:

ایک چھوٹا سا بچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی مجلس میں لایا گیا حضرت مدظلہ نے دست شفقت پھیرا اور بسم اللہ پڑھانا چاہی مگر وہ نہیں پڑھ رہا تھا تو پھر لفظ اللہ پڑھایا لڑکے نے خاموشی اور دبی زبان سے پڑھا تو حضرت مدظلہ نے ارشاد فرمایا بچوں میں بچپن سے ہی شرمیلا پن اور حیاء پائی جاتی ہے۔ یہ ایک نیا کام کرنے اور لوگوں کے سامنے بات کرنے سے شرماتے ہیں، حیاء خدا تعالیٰ کا عطیہ اور انعام ہے جو بچپن ہی سے فطرت میں موجود ہوتی ہے اور یہی مکمل ہونے کے بعد نصف الایمان بن جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف ہے کہ الحیاء نصف الایمان "بچپن کی حیاء" اگر بڑی عمر میں محفوظ کر لی گئی ہو تو انسان کامیاب ہے ورنہ عام تجربہ یہ ہے کہ بری مجلس کی وجہ سے اور برے دوستوں کی وجہ سے حیاء کی دولت سے بھی انسان محروم ہو جاتا ہے۔

عیاشی سے علم حاصل نہیں ہوتا:

ارشاد فرمایا: آج کل بڑے بڑے مدارس قائم ہو گئے طلباء کو سہولت ہے اور سب کچھ تیار ملتا ہے تاہم یاد رکھو کہ عیاش اور عیش کوشی سے علم حاصل نہیں ہوتا۔ ہم نے پہاڑوں اور جبال وقلل میں رہ رہ کر علوم کی تحصیل کی ہے اس زمانہ میں روٹیاں مانگ مانگ کر کھاتے تھے۔ مجھے خوب یاد پڑتا ہے کہ دہلی میں مجھے 8 میل دور جا کر روٹی کھانا پڑتی تھی۔ جب واپس آتا تو وہ ہضم ہو چکی ہوتی۔ تحصیل علم میں جس قدر مشقت زیادہ ہوگی اسی قدر علم کی قدر وعظمت زیادہ ہوگی اور اسی پر نتائج وثمرات بھی اچھے مرتب ہوں گے۔ (صحبتے با اہل حق)

بخل کا عذاب: ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں قیام ہند کے زمانہ کا ایک واقعہ لکھا ہے جو اپنے اندر ایک عبرت سموئے ہوئے ہے۔

عرب کے عباسی خلیفہ مستنصر باللہ کی اولاد میں سے ایک شخص جس کا نام امیر غیاث الدین محمد عباسی تھا۔ ہندوستان آیا اس وقت ہندوستان کا بادشاہ محمد تغلق تھا بادشاہ نے اس عرب کی بہت تعظیم کی اور اس کے ساتھ نہایت ادب کا معاملہ کیا اور اس کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے، رہنے کو ایک محل دیا محل کا سارا خرچ شاہی خزانہ برداشت کرتا، جاگیر میں سینکڑوں دیہات ملے ایک مرتبہ عید کے موقع پر بادشاہ نے امیر غیاث الدین کو خلعت کے طور پر تین چوغہ دیئے جو ریشم کے بنے ہوئے تھے۔ اور بٹن کی جگہ بیر کے برابر موتی ٹنگے ہوئے تھے۔

تاہم امیر غیاث الدین بذات خود نہایت کنجوس شخص تھا اپنے دستر خوان پر کسی کا بیٹھنا گوارا نہ کرتا تھا ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ تنہا کیوں کھاتے ہیں۔ اور اپنے دستر خوان پر اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو کیوں نہیں کھلاتے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھ سے نہیں دیکھا جاتا کہ اتنے لوگ میرا کھانا کھائیں اس لئے میں تنہا کھانا کھاتا ہوں ابن بطوطہ آگے لکھتے ہیں کہ جب میں اس کے گھر جاتا تو دیکھتا کہ دہلیز میں اندھیرا ہوتا تھا۔ چراغ نہیں جلتا تھا اور میں نے کئی مرتبہ اس کو اپنے باغ میں تنکے جمع کرتے دیکھا۔ اس نے ان تنکوں سے گودام بھر لئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کیا کرتے ہو کہا کہ لکڑیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ وہ اپنے غلاموں اور نوکروں سے باغ میں کام لیا کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میں نہیں چاہتا کہ یہ لوگ میرا کھانا مفت کھائیں۔ ابن بطوطہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ پر قرض ہو گیا میں نے اس سے قرض مانگا ایک دن مجھ سے کہا کہ میں بہت چاہتا ہوں کہ تیرا قرض ادا کروں لیکن ہمت نہیں پڑتی۔ میں نے اسے کبھی خیرات دیتے یا کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرتے بھی نہیں دیکھا۔ خدا ایسی کنجوسی سے پناہ میں رکھے۔

ابن بطوطہ لکھتے ہیں کہ ہندوستان سے وطن جاتے ہوئے راستہ میں بغداد میں گیا۔ ایک دفعہ میں بغداد کے مدرسہ مستنصریہ کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا' جو امیر غیاث الدین کے دادا خلیفہ مستنصر باللہ نے بنایا تھا میں نے ایک بدحال نوجوان کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے پیچھے جلدی جلدی جا رہا تھا ایک طالب علم نے کہا کہ یہ نوجوان امیر غیاث الدین کا بیٹا ہے جو ہندوستان میں ہے۔ میں نے اس نوجوان کو آواز دی کہ میں ہندوستان سے آیا ہوں اور تجھے تیرے باپ کا حال بتا سکتا ہوں اس نے کہا کہ میرے پاس حال ہی میں اس کی خیریت و عافیت آچکی ہے۔ یہ کہہ کر وہ دوبارہ اس شخص کے پیچھے دوڑنے لگا۔ میں نے پوچھا وہ آدمی جس کے پیچھے امیر غیاث الدین کا لڑکا دوڑ رہا ہے کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ جیل خانہ کا ناظم ہے اور یہ جوان کسی مسجد کا امام ہے۔ اس مسجد سے اس کو ایک درہم یومیہ ملتا ہے' اس وقت یہ جوان اس شخص سے اپنی آج کی اجرت مانگ رہا ہے۔ مجھے یہ سن کر نہایت تعجب ہوا اور میں نے سوچا کہ اگر امیر غیاث الدین اپنے چوغہ کا ایک بٹن نما موتی بھی اپنے اس لڑکے کو بھجوا دیتا تو وہ موتی اس لڑکے کو عمر بھر کے لئے غنی کر دیتا۔ (ابن بطوطہ)

ولی بننے کا اہم راز: محمد بن رافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں شام کے ایک شہر سے آ رہا تھا راستہ میں ایک جوان کو دیکھا کہ اون کا ایک جبہ پہنے ہوئے ہے۔ ہاتھ میں لاٹھی ہے میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے کہا میں نہیں جانتا اور پھر پوچھا کہاں سے آ رہے ہو۔ کیا خبر نہیں اس کی ان باتوں سے میں نے سمجھا کہ پاگل ہے پھر میں نے پوچھا تجھے کس نے پیدا کیا ہے یہ سنتے ہی اس کا رنگ ایسے زرد پڑ گیا جیسے کسی نے زعفران سے رنگ دیا ہو۔ کہا مجھے ایسی ذات نے پیدا کیا ہے جسکی شان یہ ہے (یعنی جس نے مجھے زرد کر دیا) میں نے کہا کہ تو گھبرا نہیں میں کوئی اجنبی شخص نہیں بلکہ تیرا بھائی ہوں مجھ سے تنگ نہ ہو۔ کہنے لگا اللہ کی قسم اگر مجھ کو لوگوں سے الگ رہنے کی اجازت مل جائے تو کسی ایسے

بلند پہاڑ پر جس پر چڑھنا دشوار ہو چلا جاؤں گا یا کسی غار میں چھپ جاؤں گا تا کہ دنیا اور اہل دنیا سے راحت مل جائے۔ میں نے کہا کہ دنیا نے تمہارا کیا قصور کیا ہے جو تم اس سے اس قدر ناراض ہو۔ کہا ایک قصور تو یہ ہے کہ اس کے نقصان ہمیں نظر نہیں آتے۔ میں نے کہا کہ اس نابینائی کا کچھ علاج تمہارے پاس ہے؟ کہا علاج تو ہے لیکن سخت مشکل ہے تم سے نہ ہو سکے گا کوئی سہل سی دوا استعمال کرو۔ میں نے کہا کہ بہتر کوئی سہل دوا بتلا دو۔ فرمایا مرض بیان کرو۔ میں نے کہا کہ مرض حبّ دنیا ہے وہ اس کو سن کر ہنسا اور کہا اس سے زیادہ اور کوئی مرض نہیں اس کا علاج یہ ہے کہ تازہ تازہ زہر کے پیالے نوش کرو اور سخت سخت مصائب جھیلو۔ میں نے کہا اس کے بعد کیا کروں۔ فرمایا اس کے بعد صبر کے تلخ گھونٹ پیو مگر اس سے جزع فزع نہ ہو اور جس کھیل میں راحت نہ ہو اس کا شربت پیو۔ میں نے کہا پھر کیا کروں کہا اس کے بعد وحشت بلا انس اور فراق بلا اجتماع کا بوجھ اٹھاؤ۔ میں نے کہا پھر کیا کروں۔ کہا پھر اپنے محبوب سے تسلی اور صبر ہے اگر معالجہ کا ارادہ ہو تو اس کا استعمال کرو ورنہ گوشہ عافیت اختیار کرو اور فتنوں سے الگ رہو پھر میں نے پوچھا کوئی ایسا عمل بتایئے جس سے مجھے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو کہا بھائی میں نے عبادتوں کو خوب آزمایا ہے مجھ کو تو لوگوں سے الگ رہنا سب سے زیادہ نافع معلوم ہوتا ہے۔ قلب کے اگر دس حصے کئے جائیں تو نو حصوں کا تعلق تو لوگوں سے ہے اور ایک حصہ کا دنیا سے سو وہ شخص تنہا رہنے پر قادر ہو گیا اور اس نے قلب کے نو حصوں پر قبضہ کر لیا اس کے بعد وہ چلا گیا اور پھر میں نے اسے نہ دیکھا۔ (حکایات اولیاء)

<u>رضاء بالقضاء کی شان:</u> ایک بزرگ بیمار ہوئے اور بہت ضعیف ہو گئے' رنگ زرد پڑ گیا لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت کسی طبیب کو بلائیں وہ کوئی دوا تجویز کرے گا فرمایا۔ خود طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے اور یہ شعر پڑھا۔

کیف اشکو الی طبیبی مابی والذی بی اصابنی من طبیبی

(ترجمہ) میں نے اپنی تکلیف کی اپنے طبیب سے کس طرح شکایت کروں حالانکہ یہ جو کچھ مجھے پیش آ رہا ہے میرے طبیب ہی کی طرف سے ہے (حکایات اولیاء)

<u>تحفہ اور رشوت:</u>

مسلمانوں کے مشہور و معزز خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک بار سیب کھانے کی خواہش ظاہر کی ان کی خواہش ان کے ایک عزیز کو بھی معلوم ہو گئی۔ اس نے ایک سیب تحفہ میں بھیج دیا۔ اس کا آدمی تحفہ لے کر پہنچا۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا جاؤ کہہ دو آپ کا تحفہ پسند خاطر نہیں۔ آنے والے نے عرض کیا امیر المومنین یہ تو گھر کی چیز ہے اسے قبول فرمانے میں کیا مضائقہ۔ آخر رسول کریم ﷺ بھی تو تحفے قبول فرمایا کرتے تھے۔ امیر المومنین نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ کے لئے یقیناً وہ تحفے تھے مگر ہمارے لئے رشوت ہیں۔ (خزینہ)

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

مولانا حافظ عرفان الحق حقانی

تبصرہ کتب

کتاب: حیات شیخ التجوید والقرأات الشیخ قاری محمد اسماعیل صاحبؒ ضخامت: ۳۱۲ صفحات

ترتیب: مولانا قاری فداء اللہ صاحب قیمت: ۱۵۰ روپے ناشر: المکتبہ الامدادیۃ التجویدیہ لاہور

موضع کھنڈہ ضلع صوابی کا ایک چھوٹا قصبہ ہے' اگرچہ آبادی کے لحاظ سے یہ ایک مختصر گاؤں ہے لیکن خدمت حفظ و تجوید قرآن کے حوالے سے یہ گاؤں بڑے بڑے شہروں پر بھاری ہے کیونکہ یہاں پر ملک کے نامی گرامی مشہور قرأ اور حفاظ پیدا ہوئے اور ابھی تک یہ سلسلہ نہایت ہی زور وشور اور پرجوش انداز سے جاری ہے۔ پاکستان کا مشہور شہر اور صوبہ پنجاب کا دارالخلافہ لاہور اس قصبے کے قرأ حضرات کی خدمتوں کا امین ہے۔ ان نابغہ روزگار ہستیوں میں ایک انتہائی معتبر نام قاری محمد اسماعیل کا بھی ہے جو کہ شیخ التجوید والقرأات تھے اور آپ سے کسب فیض کرنے والے ہزاروں تلامذہ آج ملک و بیرون ملک قرآن کی خدمت میں شب و روز مصروف ہیں۔ آپ نے حفظ قرآن کی تکمیل حضرت قاری کریم بخش شاہجہانپوری اور حضرت قاری خدا بخش کانٹھوی کے پاس کی' بعد ازاں قرأات سبعہ حضرت قاری کریم بخش صاحب سے پڑھیں بقیہ تین قرأات آپ نے مراد آباد میں قاری محمد عبداللہ مکی سے مکمل کیں نیز امروھہ ضلع مراد آباد میں حضرت قاری نذر محمد صاحب سے سبعہ قرأات کی مشہور منظوم کتاب حرز الامانی کا مزید مطالعہ کیا' حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے سورۃ حج کی ابتدائی آیات روایات میں آپ سے سنیں تو انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا اور آپ کی سند پر دستخط بھی ثبت فرمائے۔ دورۂ تفسیر آپ نے مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ اشرفیہ لاہور سے امرتسر ہی میں کیا اور مفتی صاحب ہی کے مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں درس نظامی سے فراغت حاصل کی۔ امرتسر میں مدرسہ تجوید القرآن سے آپ نے تدریسی سفر کا آغاز کیا بعد ازاں پاکستان منتقل ہوئے اور کچھ عرصہ طبابت کرنے کے بعد لاہور میں مولانا داؤد غزنوی کے مدرسہ حفظ و تجوید میں تدریس شروع کی۔ پھر اپنا تعلیمی ادارہ مرکزی دارالتجوید والقرأات چوک شاہ عالم گیٹ لاہور میں قائم کیا۔ اسی کی سرپرستی فرماتے رہے اور خدمت قرآن میں تادم واپسیں مشغول رہے۔ ۱۹۸۱ء میں آپ اس دنیائے آب و گل سے رحلت فرما گئے۔

زیر تبصرہ کتاب اس عظیم قاری قرآں کی روداد حیات ہے جو کہ آپ کے فرزند مولانا قاری فداء اللہ نے انتہائی عرق ریزی سے مرتب کی ہے' بزرگوں کے سوانح اور تذکرے انتہائی سبق آموز ہوتے ہیں۔ بلاشبہ اس قسم کے روح پرور اور ایمان افروز تذکرے احساس عمل کے لئے مہمیز ہیں۔ کاغذ عمدہ اعلیٰ اور دیدہ زیب طباعت سے مزین یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر لائبریری اور کتب خانے کی زینت بنے۔ (م۔ا۔ف)

کتاب: درس قرآن تسہیل شدہ ترجمہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

خلاصہ تفسیر از مختلف تفاسیر ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

برصغیر میں انتہائی قلیل مدت میں اردو زبان میں قرآن کریم کی مختلف تفسیریں آئی ہیں ان میں بعض کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں اور بعض مختصر ہیں جو کہ عوام الناس اور اردو زبان سمجھنے والے طبقہ کی استعداد کے مطابق مرتب کی گئی ہیں اور الحمدللہ اس کے بہترین ثمرات اور نتائج سامنے آئے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب درس قرآن بھی اسی مختصر نہج پر ترتیب دی گئی ہے فی الحال اس کے دو پاروں کی تفسیر دو مختصر جلدوں میں آئی ہے۔ یہ تفسیر قرآن کریم کے معانی و مطالب سے واقف کرانے کیلئے واضح عربی متن تحت اللفظ با محاورہ آسان ترجمہ عام فہم مختصر اور جامع تفسیر پر مشتمل ہے۔ اس میں تسہیل شدہ ترجمہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ہے جبکہ تفاسیر کا خلاصہ ابن کثیر معارف القرآن بیان القرآن اور دیگر معتمد و معتبر تفاسیر سے لیا گیا ہے، اور ہر درس تقریباً دو صفحات پر مشتمل ہے۔ بلاشبہ یہ ایک انتہائی مبارک اور متبرک سلسلہ ہے۔ ہماری دعا ہے کہ یہ سلسلہ جلد تکمیل تک پہنچ جائے۔ (م۔ا۔ف)

رسالہ: زیتون کے فوائد ماخوذ از: طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس

صفحات: ۳۲ ناشر: مبین ٹرسٹ، پوسٹ بکس نمبر 470 اسلام آباد۔ 44000

زیتون وہ پھل ہے جس کا ذکر رب العالمین نے آخری ابدی کتاب قرآن مجید میں متعدد بار فرمایا۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر ہی اس کی عظمت اور فوائد کے لئے کافی ہے۔ پیش نظر رسالہ قرآن و حدیث کی روشنی میں زیتون کے فوائد پر شائع کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس نامی کتاب سے ماخوذ ہے۔ رسالہ میں زیتون اور اس کے تیل کی اہمیت و فوائد قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت کرنے کے بعد محدثین عظام اطباء قدیم و جدید کے شاہدات سے اس کی مزید وضاحت کی گئی۔ مبین ٹرسٹ نے حسب سابق رسالہ کو اعلیٰ و عمدہ آرٹ پیپر اور جاذب نظر ٹائٹل کے ساتھ پیش کر کے قارئین کے دل جیت لئے۔ (مولانا عرفان الحق حقانی)

کتاب: آثار صالحہ مرتب: حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ

صفحات: ۲۳۶ ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ

خواتین معاشرے کی تعمیر میں جو اہم کردار ادا کرتی ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ خواتین کی درستی پورے معاشرے کی درستی ہوتی ہے۔ اس لئے اصلاح نسواں پر زیادہ سے زیادہ توجہ دینا ضروری ہے۔ عمل صالح کی انگیخت کے لئے قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ نے بی بی مریم اور بی بی آسیہ جیسی نیک پارسا خواتین کا تذکرہ کر کے ان کے اچھے کردار کو تا صبح قیامت محفوظ کر دیا۔ صحابیات تابعیات اور قدیم زمانہ کی نیک صالح عورتوں پر اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن موجودہ زمانے کی عورتوں پر بہت کم لکھا گیا۔

پیش نظر کتاب ''آثار صالحہ'' میں مولانا عبدالقیوم حقانی نے اس ضرورت کو پورا کرتے ہوئے پندرھویں صدی

ہجری کی ایک نیک متقیہ پاکباز خاتون مسمات صالحہ بنت ظہیر الدین زوجہ ڈاکٹر الحاج عرفان الکریم الانصاری کی داستان معرفت چار اکابر علماء (حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ حضرت مولانا غلام محمدؒ عارف باللہ' حضرت مولانا حکیم محمد اختر دامت برکاتہ) سے مکاتبت کے آئینہ میں پیش کی۔ مسمات صالحہ اپنی علمی و دینی اور اصلاحی ضروریات کیلئے ان علمائے کرام کے نام خط لکھتی اور یہ علماء جواب میں اپنی شفقتوں' ہدایات' تعلیمات اور محبتوں سے نوازتے۔ کتاب میں چاروں علماء کے ساتھ ان کی مکاتبت علیحدہ علیحدہ پیش کرنے کے بعد آخر میں موصوفہ کا وصیت نامہ پیش کیا گیا ہے۔ آج کی مغرب زدہ عورت کیلئے کتاب کا مطالعہ نور ایمان میں اضافہ کا باعث ہوگا۔ (حافظ محمد عرفان الحق)

کتاب: میزان افادات: جناب جسٹس (ر) وجیہہ الدین احمد صفحات: ۳۵۹+۹۰

قیمت: ۲۰۰ روپیہ غیر مجلد ناشر: ادارہ نور علی نور کراچی

جناب جسٹس ریٹائرڈ وجیہہ الدین کا نام تعارف کا محتاج نہیں۔ موصوف کے دو بڑے کارنامے تادیر یادر کھے جائینگے۔ ان میں پہلا عظیم کارنامہ سپریم کورٹ کی شریعت اپیلیٹ بینچ کے جج کی حیثیت سے اپنے دیگر تین ساتھی ججوں کے ہمراہ سود کے خلاف تاریخ ساز فیصلہ صادر کرنا ہے۔ افسوس کہ حکومتی ایماء پر اس فیصلے کو سبوتاژ کر کے پس پشت ڈالنے سے سودی معیشت کی راہ ہموار کی گئی۔ دوسرا بڑا کارنامہ دستور پاکستان سے وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے پی سی او کے تحت حلف نہ اٹھانا اور اس کی خاطر اپنے منصب کی قربانی دیتے ہوئے ریٹائرمنٹ تک لے لینا ہے۔ زیر نظر کتاب ان دونوں حوالوں سے آپ کی تقاریر' بیانات اور انٹرویوز کا مجموعہ ہے۔ جسمیں جسٹس صاحب نے اپنے موقف کا وضاحت کی ہے۔ کتاب کے دو حصوں میں سے پہلے ضخیم حصہ اردو اور دوسرا حصہ انگریزی زبان میں ہے۔ مولانا عبدالرشید انصاری مدظلہ نے ادارہ نور علی نور کے تحت اس کتاب کو شائع کر کے تاریخی طور پر ان دونوں حوالوں سے حقائق کی نقاب کشائی کرنے میں تعاون فرمایا ہے۔ (حافظ محمد عرفان الحق)

کتاب: حضور ﷺ استاد و مربی مصنف: محدث جلیل شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ

مترجم: مولانا شمس الحق ندوی ضخامت: ۱۹۶ صفحات ناشر: مجلس نشریات اسلام

دنیا میں سب سے معزز و مکرم اور اشرف و افضل منصب معلم کا ہے۔ معلم کے کردار کی ہمہ گیریت کی نشاندہی اور علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ معلم اول خود رب ذوالجلال ہیں الرحمن علمہ القرآن (الآیۃ) ''رحمٰن اس نے (اپنے بندوں کو احکام) قرآن کی تعلیم دی''۔ اقراء و ربک الاکرام الذی علم بالقلم ''پڑھو اور تمہارا رب بڑا ہی کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم کے ذریعہ سے''۔ اللہ تعالیٰ نے جن و انس کی رہنمائی کے لئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیھم السلام کو معلم بنا کر مبعوث فرمایا اور سب سے آخر میں اشرف الرسل خاتم النبیین سرور کائنات ﷺ کو یہ منصب اعلیٰ عطا فرما کر مبعوث فرمایا۔ خود آپ کا ارشاد پاک ہے انما بعثت معلما '' مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے''۔ تعلیم کے شعبے میں رسول اقدس ﷺ کے طریقے کو مشعل راہ بنانا لابدی امر

ہے۔ کیونکہ آپؐ نے شعبہ تعلیم میں معلمین و مدرسین کی ایسی رہنمائی فرمائی کہ رہتی دنیا تک اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ آپؐ نے صحابہ کرام رضوان علیھم اجمعین کو براہ راست ایسی انقلاب انگیز تعلیم دی کہ جس کا اثر بقول شاعر

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے ۔۔۔ کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

پیش نظر کتاب ''حضورﷺ استاد و مربی'' مشہور عرب عالم و محدث شیخ عبدالفتاح ابو غدہؒ کی تصنیف ''الرسول المعلم ﷺ و اسالیبہ فی التعلیم'' کا اردو ترجمہ ہے جسے مولانا شمس الحق ندوی نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ عربی سے اردو قالب میں ڈھالا ہے۔ رسول اقدس ﷺ کہ ہر پہلو سے اسوہ کامل ہیں۔ کتاب ہذا میں آنحضرت ﷺ کے طریقہ تعلیم وتربیت کے پہلو کے متعلق احادیث کے منتخب ترین حصہ کو یکجا کر کے پیش کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر ۴۷ موضوعات پر روشنی ڈالی گئی۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔ حضورؐ بحیثیت استاد و مربی۔ آپؐ کے معلمانہ کمالات۔ طریقہ تعلیم۔ تعلیم وتربیت میں افراد کے فرق و مزاج کا خیال۔ سائل کے سوال سے اضافی جواب دینا۔ واقف سے بطور امتحان سوال۔ تاکید کے لئے تین مرتبہ دہرانا۔ تفریح و مذاق میں تعلیم۔ شوق وخوف دلا کر تعلیم دینے کا انداز۔ عورتوں کیلئے تعلیم و وعظ۔ تعلیم وتبلیغ میں تحریر سے کام لینا۔ بعض صحابہؓ کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم۔ اپنے عملی مثال سے تعلیم۔ کتاب تعلیم وتعلم اور دعوت تبلیغ سے منسلک افراد کے لئے ایک انمول تحفہ ہے۔ (حافظ محمد عرفان الحق)

کتاب: مکتوبات مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ۔۔۔ مرتب: مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

ضخامت: ۳۲۰ صفحات ۔۔۔ قیمت: ۹۲ روپیہ ۔۔۔ ناشر: مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی ۷۴۶۰۰

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ المعروف بہ علی میاں ایک ہمہ گیر اور عبقری شخصیت کے مالک تھے ان کا نام نامی آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن ہے۔ علی میاںؒ کا نام سنتے ہی ایک ایسی شخصیت کا سراپا سامنے آتا ہے جس کے اجزاء سلیبہ سے علم و عمل، حسن و جمال، عفت و طہارت، اخلاص و اخلاق، صداقت و شرافت، شفقت و محبت، عزم و استقلال، غیرت و حمیت، تواضع و انکساری اور محبت و محبوبیت کا خمیر تیار ہوتا ہے۔ ۔ داماں نگاہ تنگ ۔۔۔ وگل حسن تو بسیار

زیر تبصرہ کتاب آپ کے مکتوبات کا مجموعہ ہے جو آپؒ نے اپنے بڑے بھائی و مربی مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنیؒ۔ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ، مولانا منظور نعمانیؒ، مولانا عبدالسلام قدوائیؒ، مولانا حکیم سید حسن مثنی ندوی اور مولانا سید ابوبکر حسنی اور دیگر حضرات کے نام تحریر کئے۔ خطوط میں آپ کے پہلے سفر حج، شرق اوسط کے دعوتی اصلاحی اور علمی اسفار کی روداد اور وہاں کے دینی، علمی اور سیاسی شخصیات سے ملاقات وتبادلہ خیالات کا ذکر کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں پہلے سفر یورپ کے خطوط بھی شامل کئے گئے ہیں۔ مرتب کتاب مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی نے ہر مکتوب الیہ کا مختصر سوانحی خاکہ پیش کرنے کے بعد جا بجا وضاحتی حاشیوں میں پس منظر اور موقع و محل پر روشنی بھی ڈالی ہے۔ قارئین کیلئے یہ مکتوبات علمی، ادبی، تاریخی اور دینی اعتبار سے ایک بہترین سوغات ہے۔ ہمیں امید ہے کہ مرتب اور ناشر (مولانا فضل ربی ندوی مدظلہ) اس سلسلہ کو آگے بڑھانے میں سرعت سے کام لیکر قارئین کو انتظار کی زحمت اٹھانے نہ دیں گے۔ (حافظ محمد عرفان الحق)

مستند کتب | اعلیٰ معیار | مناسب نرخ

اسلامی تاریخ کے مستند مآخذ اور تحقیقی تصانیف

مطبوعہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی نمبرا

علماء کرام۔ طلباء۔ مدارس اور لائبریریوں کے لئے خصوصی رعایت پیش کی جاتی ہے

تسہیل، ترجمہ، اضافہ حواشی، عنوانات۔ کمپیوٹر کتابت

تاریخ ابن خلدون اردو

مع مقدمہ ۸ جلد کامل

امام ابن خلدونؒ کی مشہور و مستند کتاب کا سلیس اردو ترجمہ مع تحقیقی حواشی۔ کمپیوٹر کتابت کے ساتھ

سفید کاغذ عمدہ طباعت۔ حسین پائیدار جلدیں۔ مناسب قیمت =/2850

مقدمہ ابن خلدون علیحدہ بھی دستیاب ہے۔ قیمت =/291

عام فہم ترجمہ واضافہ عنوانات۔ کمپیوٹر کتابت

طبقات ابن سعد اردو ۸ جلد

ازمحمد بن سعدؒ

مکمل سیرت النبیؐ سے لیکر خلفائے راشدین، تابعین تبع تابعین تک کے حالات۔ اسلامی تاریخ کا بنیادی مآخذ اور آخری جلد میں صحابیات اور صالحات کا مفصل تذکرہ

عمدہ کاغذ وطباعت۔ حسین پائیدار جلدیں۔ مناسب قیمت صرف =/1290

جدید ترجمہ، اضافہ عنوانات وحواشی۔ کمپیوٹر کتابت

تاریخ طبری اردو ۷ جلد

ازامام طبریؒ

پہلی مرتبہ مکمل سیٹ منظر عام پر

تاریخ الامم والملوک کا مکمل اردو ترجمہ، تشریحی نوٹس، عنوانات اور تسہیل کے ساتھ پہلی بار مکمل اشاعت۔ کمپیوٹر کتابت سے آراستہ۔ عام فہم جدید بامحاورہ ترجمہ

عمدہ کاغذ وکتابت۔ حسین پائیدار جلدیں۔ مناسب قیمت =/2655

تاریخ طبری جلد اول جو پہلے اب تک طبع نہ ہوئی تھی علیحدہ بھی دستیاب ہے۔ قیمت =/300

کمپیوٹر کتابت

تاریخ ملّت ۳ جلد کامل

مولانا زین العابدین، مفتی انتظام اللہ

قبل از اسلام سے لیکر مغلیہ سلطنت کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر تک امت مسلمہ کی تیرہ سو سالہ مکمل تاریخ مستند علماء کرام کے قلم سے کمپیوٹر کتابت کے ساتھ

اعلیٰ کاغذ وطباعت۔ حسین پائیدار جلدیں۔ مناسب قیمت =/690

کمپیوٹر کتابت

تاریخ اسلام ۳ حصص در ۲ جلد

مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادیؒ

مولانا اکبر شاہ خانؒ کی محققانہ قلم کا شاہکار جس میں مستشرقین کے اعتراضات کا مدلّل جواب بھی دیا گیا ہے۔

سفید کاغذ۔ حسین پائیدار جلدیں۔ مناسب قیمت =/390

تاریخ اسلام ۴ حصص در ۲ جلد

شاہ معین الدین ندویؒ

آغاز اسلام سے آخری خلیفہ معتصم باللہ تک دور زوال اور خاتمہ کی علمی، سیاسی اور تمدنی تاریخ۔ یونیورسٹیوں میں داخل نصاب

سفید کاغذ۔ حسین جلدیں۔ مناسب قیمت =/330

غزوات النبی ﷺ اردو

ازامام حلبیؒ

ان جنگی مہمات وغزوات کا مستند و مفصل احوال جن میں آپؐ نے بنفس نفیس مجاہدین کی قیادت فرمائی یا جن سرایا میں صحابہؓ کو روانہ فرمایا

مع اضافہ فضائل جہاد آیات، احادیث وفضائل از حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ قیمت =/495

ناشر: دارالاشاعت اردو بازار کراچی فون: 2631861 ,021-2213768

حج ارائیں حج اور عمرہ گروپ عمرہ

خدمت میں پیش پیش
ارائیں حج اور عمرہ گروپ

مملکت سعودی عرب کی عمرہ پالیسی برائے سال ۱۴۲۴ھ کے مطابق

پانچ روزہ پیکیج	پندرہ روزہ پیکیج
صرف ۲۷،۵۰۰ روپے	صرف ۳۲،۰۰۰ روپے

بشمول ہوائی ٹکٹ کراچی۔ جدہ۔ کراچی، جدہ ایئرپورٹ سے مکہ مکرمہ ہوٹل تک ٹرانسپورٹ اور ہوٹل میں قیام (دو/ تین/ چار افراد کے لئے کمرے)

ائمہ، حفاظ، خطباء، علماء، مفتیان، مدارس کے مہتممین، ناظمین، اساتذہ اور طلباء کے لئے بلا منافع خدمات۔ دنیا بھر میں سفر کے لئے ہوائی ٹکٹ، دبئی ویزہ ریگولر، اسپانسر شپ حج اسکیم کے تحت درخواست کی تکمیل، گروپ کی تشکیل اور ذاتی رہائش کے لئے بھی رجوع کریں

رابطہ روزانہ بعد نماز العصر تا اذان نماز العشاء

تفصیلات کے لئے جوابی لفافہ ارسال کریں

گورنمنٹ لائسنس نمبر 2010

الراعی ٹریول

دوسری منزل، 733-سی، سینٹرل کمرشل ایریا، نزد طارق سینٹر، طارق روڈ، بلاک نمبر 2، پی ای سی ایچ ایس، پوسٹ بکس نمبر 8930، کراچی-75400

موبائل: 0300-820 7720 فون: 453 8539 / 438 5742

ای میل: alraeetravel@hotmail.com رہائش: 637 1470

عمرہ حج ارائیں حج اور عمرہ گروپ حج

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے ایک عظیم علمی و تحقیقی تحفہ

جامعہ حقانیہ کے جید علماء کرام مفتیان عظام کی نصف صدی کی کاوشوں کا شاہکار

فتاویٰ حقانیہ

تین ہزار چھ سو صفحات — **چھ جلدوں میں**

فتاویٰ اور فقہ کی دنیا میں ایک مبارک اور دلاویز اضافہ یعنی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فتاویٰ جو کہ ہزاروں مسائل، فقہی جزئیات، علمی تحقیقات اور دیگر بے شمار خصائص ونوادرات پر مشتمل ہے جس کا برسوں سے انتظار کیا جا رہا تھا اور علماء و مفتیان کرام دانشور حضرات اور طلباء اس کیلئے چشم براہ تھے۔

اعلیٰ ترین کاغذ و طباعت و جلد بندی

الحمدللہ شائع ہو چکا ہے۔ قیمت : -/2300 روپے

مدارس عربیہ طلباء علماء کیلئے خصوصی رعایت 45%

جلد اول: فقہ اور فتاویٰ کے مآخذ، عقائد ایمانیات فرق اسلامیہ فرق باطلہ سائنس اور اسلام تجدد والحاد وغیرہ

جلد دوم: اجتہاد بدعت، علم، تفسیر و حدیث، سلوک، سیاست، کراھیۃ و اباحۃ، حقوق النساء اور طہارت

جلد سوم: صلوٰۃ، عشر و زکوٰۃ، جدید معاشی مسائل

جلد چہارم: زکوٰۃ، صوم، حج، نکاح اور طلاق

جلد پنجم: نفقات ایمان ونذر، وقف، حدود، تعزیرات، اشربۃ، قصاص ودیۃ، جہاد، قضاء و شہادۃ۔ قسمہ واکراہ

جلد ششم: بیوع، ربا، رھن، اجارہ، شرکۃ، مضاربۃ، وکالۃ، حوالہ، ھبۃ، غصب، احیاء الموات، مزارعۃ ذبائح، اضحیۃ، وصیت اور فرائض

خصوصیات

موت ومابعد الموت اور حیات دنیوی سے متعلق تمام مسائل میں شریعت کی رہنمائی

اس فتاویٰ میں سوالات کے جوابات پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ہر جواب کیساتھ کتب احادیث، تفاسیر اور معتمد فقہی ذخائر سے حوالہ جات بھی درج ہیں۔ قدیم وجدید مسائل اور ان کے جوابات، عصر حاضر کے ایسے جدید مسائل جو کہ معرکۃ الاراء ہیں اور ساتھ ساتھ نئی سائنسی تحقیقات، ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ و کمپیوٹر وغیرہ سے جو نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں اسکے متعلق بھی انتہائی معلومات افزاء مواد اس میں شامل ہے۔ دارالعلوم سے یا قریبی مارکیٹ سے فوری طلب فرمائیں۔

ناشر : جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

قومی سوچ اپنائیے
پاکستانی مصنوعات کو فروغ دیجیے
مشروبِ مشرق
رُوح افزا
سے ٹھنڈک، فرحت اور تازگی پائیے
معیار ہر قیمت پر
SHARBAT ROOH AFZA
مشروبِ مشرق رُوح افزا اپنی بے مثل تاثیر، ذائقے اور ٹھنڈک و فرحت بخش خصوصیات کی بدولت کروڑوں شائقین کا پسندیدہ مشروب ہے۔
راحتِ جاں رُوح افزا مشروبِ مشرق
ہمدرد
مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعات ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔
ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk
Adarts-HRA-4/2002